الملفوظ پر اعتراضات کا محاسبہ

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا)

(سورہ حجرات: آیت ۶)

التحقيقات الجيدة لدفع التلبيسات النجديه

الملفوظ پراعتراضات کامحاسبہ

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: الملفوظ پر اعتراضات کا محاسبہ

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ

جولائی ۲۰۲۴ء

صفحات: ایک سو اڑتیس (۱۳۸)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للّٰہ العلی الکبیر::والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ البشیر النذیر::وعلٰی آل رسولہ واصحابہ الذین ہم حاملوا علوم القرآن الذی فیہ مستطر کل صغیر وکبیر::وعلٰی جمیع امۃ رسولہ الٰی یوم الذی لا ملک فیہ الا للّٰہ الواحد القدیر::والٰی حین الذی لا یعلمہ الا السمیع البصیر::اللّٰہم اعطنا علمًا نافعًا وعملًا متقبلًا بحرمۃ حبیبک الممتنع النظیر::علیہ صلٰوۃ السمیع البصیر وسلام الخبیر القدیر

ملفوظات ووصایا اور تلبیسات دیابنہ

دیوبندیوں نے اپنے اوپر سے حکم کفر ہٹانے کے واسطے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے، حالاں کہ توبہ کر لینا کافی تھا،لیکن دیابنہ یہ آسان راستہ چھوڑ کر شیطان کے اتباع میں بھٹکنے لگے۔ جب تاویلات باطلہ سے دیوبندیوں کا کفر ختم نہ ہوسکا تو دیابنہ اہل سنت وجماعت پر طرح طرح کے الزام گڑھنے لگے،حالاں کہ اکابر دیوبند نے اہل سنت وجماعت کو مومن ہی تسلیم کیا ہے۔ہاں،اب جو اعتراض ہو رہے ہیں،اگر ان کا جواب نہ دیا جائے تو عوام اہل سنت وجماعت کو دیابنہ گمراہ کر ڈالیں گے،جیسے خود گمراہ ہوئے۔ان کے اکثر اعتراضات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے ملفوظات ووصایا پر ہیں۔

علمائے اہل سنت وجماعت نے مختلف کتب ورسائل میں دیوبندی سوالات وایرادات کے جوابات رقم فرمائے ہیں۔ان ہی سوالات کو دیابنہ موقع بموقع دہراتے رہتے ہیں۔

عوام مسلمین سے گزارش ہے کہ دیوبندی فرقہ ایک بدمذہب فرقہ ہے اور فرقہ وہابیہ کی ایک شاخ ہے۔اگر اپنا ایمان بچانا ہو،اور آخرت میں نجات چاہئے تو ان سے دور رہیں اور اگر جہنم میں جلنے کی تمنا ہو تو شوق سے دیوبندیوں کے بغل گیر ہو جائیں:خدا حافظ

دیوبندی اشتہار میں اعتراضات والزامات

دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والے ایک اشتہار میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ملفوظات ووصایا پر اعتراضات والزامات تھے۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی (۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء) سابق صدر دارالافتا: الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) نے اپنی کتاب ''تحقیقات'' میں ان سوالوں کا دندان شکن جواب دے دیا ہے۔

مذکورہ دیوبندی اشتہار میں اکثر پرانے سوالات تھے جن کے جوابات علمائے اہل سنت وجماعت پہلے بھی دے چکے تھے، لیکن دیابنہ جواب پالینے کے باوجود ان سوالوں کو بار بار دہراتے رہتے ہیں اور امت مسلمہ کو گمرہی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رسالہ حاضرہ میں بھی انہی سوالوں کے جوابات مرقوم ہیں۔ کبھی عدم معرفت کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ بھی وہابیہ اور دیابنہ کے فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لیے اظہار حقائق ضروری ہے۔

وہابیہ اور دیابنہ کی طرف سے وارد کیے جانے والے سوالوں کے بھی جواب دیئے جائیں اور وہابیہ ودیابنہ کے کفریات وضلالات کو بھی واضح کیا جائے۔ اگر ہم صرف جواب تک محدود رہیں تو لوگ سمجھیں گے کہ مذہب اہل سنت وجماعت قابل اعتراض ہے، اسی لیے اس مذہب کے عقائد ومعمولات پر اعتراض ہوتے ہیں، لہٰذا جواب پر اکتفا نہ کیا جائے۔

عہد حاضر میں بعض مفکرین بدمذہبیت کے رد وابطال سے کنارہ کشی کا مشورہ دیتے ہیں، حالاں کہ ایسی غلط فکروں کو خودکشی کر لینی چاہئے، کیوں کہ رد وابطال فرض ہے اور سواد اعظم اہل سنت وجماعت بفضل خداوندی راہ حق پر مستحکم رہے گا، نیز مسلک حق کی تعبیر اہل سنت وجماعت سے کی جائے، کیوں کہ وہابیہ ودیابنہ یہ لقب خود پر چسپاں کرنے لگے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

24: ذی الحجہ 1445 مطابق 10: یکم جولائی 2024 = بروز: دوشنبہ

دیوبندی تلبیسات اوران کے جوابات

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

الملفوظ اور وصایا شریف پر دیوبندیوں اور وہابیوں کے اعتراضات والزامات اوران کے جوابات درج رسالہ ہیں۔ وہابیہ اور دیابنہ اپنے اکابر کی شان میں ایسا غلو کرتے ہیں کہ ان کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے جاملاتے ہیں اور یہ بدنصیب لوگ اپنی غلطیوں اور خطاؤں پر توبہ ورجوع بھی نہیں کرتے ، بلکہ تاویلات باطلہ کا سہارا ڈھونڈھتے ہیں ،جب کہ علمائے اہل سنت وجماعت اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دربار عالی میں سرخمیدہ ،اصحاب فضل وکمال کی بارگاہ میں مؤدب اوراپنی لغزش وخطا پر توبہ ورجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔

طرفین کے واقعات وحالات رسالہ حاضرہ میں درج ہیں۔ پڑھیں اورحق کو قبول کریں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

تلبیس اول

میرا دین ومذہب کہنا صحیح یا غلط؟

اشتہار دیوبند میں ہے:’’رضاخانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے، اس سے پہلے اس کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔اعلیٰ حضرت بریلوی اس کے بانی ہیں۔اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے اور وصایا شریف کے بعینہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

’’میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے،اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے‘‘۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے آخری بعینہ الفاظ جو ۱۲: بج کر ۲۱: منٹ پر ۲۵: صفر ۱۳۴۰ھ کو وصایا میں قلم بند ہوئے۔ اب اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش نہ رہی کہ یہ نیا فرقہ ہے"۔

جواب: کسی مذہب کی نسبت کسی کی جانب کی جائے تو نسبت کے سبب وہ مذہب کوئی نیا مذہب نہیں ہوجاتا ہے، بلکہ نئے عقائد سے نیا مذہب اور نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی کتب ورسائل موجود ہیں۔ ان کتابوں ورسالوں میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہو۔ دیابنہ نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ملفوظات ووصایا کی چند عبارتوں کی غلط تاویل وتشریح کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ایک نیا فرقہ ایجاد کیا ہے۔ وہی بریلوی فرقہ ہے اور دیابنہ اور وہابیہ خود کو اہل سنت وجماعت قرار دیتے ہیں۔

منہ زوری اور ہٹ دھرمی سے وہابی فرقہ اہل سنت وجماعت نہیں ہوسکتا ہے اور غلط فہمیاں پھیلانے سے اہل سنت وجماعت کا کوئی طبقہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوسکتا۔

دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت اپنے بزرگوں کی جھوٹی کرامتیں بیان کرکے عام مسلمانوں کو دیوبندی بنا دیتی ہے۔ عام مسلمانوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ گڑھی ہوئی کرامتیں ہیں اور کسی مذہب کی حقانیت کی شناخت اس کے عقائد سے ہوتی ہے، کرامتوں سے نہیں۔

غیر مسلموں سے بھی کرامت کی طرح خارق عادت امور کا صدور ہوتا ہے جسے استدراج کہا جاتا ہے۔ استدراج کے سبب باطل مذاہب حق نہیں ہوسکتے۔

فرقہ وہابیہ ایک نیا فرقہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہابی فرقہ ایک نوزائیدہ فرقہ ہے جس کا بانی ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) ہے۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھ کر بھارت میں اس شیطانی مذہب کو فروغ دیا۔ تقویۃ الایمان دراصل نجدی کی کتاب التوحید کا خلاصہ ہے۔

وہابیہ جس کو بریلوی فرقہ کہتے ہیں، وہ اہل سنت وجماعت ہے۔ برصغیر کے اہل سنت وجماعت نے کبھی بھی بریلوی فرقہ کے نام سے اپنا تعارف پیش نہیں کیا۔ وہابیہ اور دیابنہ ان کو بریلوی کہتے ہیں۔ وہابیہ اور دیابنہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جن کو بریلوی کہا جاتا ہے، وہ اصل میں سنی حنفی ہیں۔ دیابنہ اپنے کفریات کو چھپانے کے واسطے سنی مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں، تاکہ موضوع بحث بدل جائے اوران کے کفریات پر پردہ پڑ جائے۔

(1) شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا: ''مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ ''شمع توحید'' کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں:

''امرتسر میں مسلم آبادی ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسّی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے''۔

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے۔ اس سے اسّی سال پہلے ۱۸۵۷ء تھا، جب کہ انگریزوں نے ہندوستان پر غداری سے کامل تسلط حاصل کیا۔

محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ عبور دیائے شور کی سزا اور پھر رہائی کا حال ''تاریخ عجیب'' (۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے اوراس کتاب کی شہرت ''کالا پانی'' کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: ''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اوراب (۱۲۹۶ھ) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں''۔

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے جو مولانا اسماعیل کے معتقد اوران کے تذکرہ نگار ہیں۔ خواجہ خسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے اور حضرت مجدد نے

شیعیت کی آمد سے مطلع کیا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی''۔(اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان:ص10-11-شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی)

منقولہ بالا اقتباس بالا سے واضح ہو گیا کہ فرقہ وہابیہ ایک نیا فرقہ ہے اور جسے بریلوی حنفی کہا جاتا ہے، وہ قدیم جماعت ہے اور وہی اہل سنت و جماعت ہے۔کوئی خود کو سنی کہے تو اس دعویٰ کے سبب وہ سنی نہیں ہو جائے گا، بلکہ جو عقائد کے اعتبار سے سنی ہو، وہی سنی ہو گا۔

آج کل سلفی لوگ (غیر مقلدین/ اہل حدیث) بھی خود کو سنی کہتے ہیں، حالاں کہ وہابیت کے وجود سے قبل ہی علمائے اسلام نے تصریح فرما دی تھی کہ جو مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) سے خارج ہو، وہ سواد اعظم یعنی اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔

انظر شاہ کشمیری کا قول

انظر شاہ کشمیری سابق استاذ التفسیر دارالعلوم (دیوبند) بن انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم (دیوبند) نے لکھا:''میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللّٰہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خاص خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت ومتاع ہے۔میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتدا میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے............دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کی بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں''۔

(ماہنامہ البلاغ کراچی: مارچ ۱۹۶۹ء-۱۳۸۸ھ:ص48)

انظر شاہ کشمیری نے محقق علی الاطلاق حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) سے اکابر دیوبند کا تعلق قائم نہ ہونے کا اظہار ان لفظوں سے کیا:

''اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبد الحق کی فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتی............سنا ہے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری

فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہوسکا ،بس اسی اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے''۔(ماہنامہ البلاغ کراچی: مارچ ۱۹۶۹ء-۱۳۸۸ھ :ص49)

اضافت ونسبت کی بحث

ایک طالب علم اپنے کالج کے بارے میں کہتا ہے:''یہ میرا کالج ہے''۔یعنی میں اس کالج کا طالب علم ہوں۔یہ مفہوم نہیں کہ میں اس کالج کا مالک یا بانی ہوں،اسی طرح دین ومذہب کی اضافت ونسبت اس کے متبعین کی جانب کی جاتی ہے۔اس قسم کی لاتعداد اضافتیں اورنسبتیں ہر زبان میں معروف ومروج ہیں۔ڈاکٹر اقبال کی مشہور نظم میں ہے:

ع/ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

یہاں سکونت ووطنیت کے سبب یہ اضافت ہے۔ہر شخص اپنے مذہب کو اپنی جانب منسوب کرتے ہوئے''میرا مذہب'' کہتا ہے۔قرآن وحدیث واقوال ائمہ کرام میں بھی اس طرح کی اضافتیں اورنسبتیں موجود ہیں۔فقہ اسلامی کو حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کی جانب منسوب کرتے ہوئے فقہ حنفی ،فقہ مالکی ،فقہ شافعی وفقہ حنبلی کہا جاتا ہے۔وہ دراصل فقہ اسلامی ہے۔مجتہدین کی جانب انتساب محض اجتہاد وتحقیق کے سبب ہوا۔

باب عقائد میں اشعری وماتریدی کا استعمال باعتبار تحقیق وتشریح ہے ،نہ کہ باعتبار ایجاد۔کیا امام ابوالحسن اشعری یا امام ابو منصور ماتریدی نے جدید عقائد کا اختراع وایجاد کیا؟ کیا وہ عقائد اسلامی عقائد نہیں؟ پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ امام اشعری کا عقیدہ ہے؟

حنفی حضرات ماتریدی ہیں ۔کیا وہ مومن نہیں؟ شافعی ومالکی وحنبلی حضرات اشعری ہیں ،کیا وہ مومن نہیں؟ اضافات وانتسابات صرف ایجاد واختراع کے سبب نہیں ہوتے ، بلکہ اضافات وانتسابات کے بہت سے اسباب وعلل ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔

انظر شاہ کشمیری کی تحریر میں ہے کہ دیوبندیت کا آغاز نانوتوی و گنگوہی سے ہوا، نیز حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) اور فقیہ اسلام علامہ سید محمد بن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) کے افکار و نظریات سے بھی دیوبندیت میل نہیں کھاتی ہے، نہ فکر شاہ ولی اللہی سے۔ آخر دیوبندیت جدید مذہب ہوئی یا نہیں؟ تعجب ہوتا ہے کہ دیوبندی لوگ تمام حقائق سے آشنا ہو کر بھی دیوبندیت سے تائب نہیں ہوتے، یا پھر صحبت بد کے سبب ان کا قلب ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ وہ توبہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے، لہٰذا ان کی کتابوں کو بغور دیکھا جائے کہ ان کتابوں میں اہل سنت و جماعت کے عقائد ہیں یا قادیانی کی طرح کسی جدید مذہب کا نظریہ پیش کیا گیا ہے؟ کیا وہابیہ و دیابنہ کی طرح امام احمد رضا قادری نے خلاف اسلام عقائد کا اختراع کیا ہے؟ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے بیان کردہ عقائد میں کون سا عقیدہ اسلاف اہل سنت کے عقائد سے متصادم ہے؟

سچی حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے انہی عقائد کو بیان فرمایا ہے جو اسلاف کرام کی کتابوں میں مندرج اور عہد رسالت سے متوارث ہیں۔

بریلوی کوئی مذہب نہیں

برصغیر کے وہابیہ اور دیابنہ عرب ممالک میں برصغیر کے اہل سنت و جماعت کے خلاف زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور برصغیر کے اہل سنت و جماعت کو ایک بدعتی فرقہ بتاتے ہیں جس کے سبب عرب کے بد مذہب فرقے بھارت کے اہل سنت و جماعت کو ایک جدید مذہب کے متبع تصور کرتے ہیں اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو ایک مذہب جدید کا بانی گمان کرتے ہیں اور بریلوی کا نام دے کر اہل سنت و جماعت کے معتقدات و معمولات

کا رد کرتے ہیں، خاص کر عرب کے سلفیوں کی کتابیں ان مواد سے بھری پڑی ہیں۔ وہ لوگ ہندوپاک، بلکہ سارے جہاں کے اہل سنت و جماعت کو ایک بدعتی فرقہ تصور کرتے ہیں۔

ہندوپاک کے بد مذہب یعنی دیوبندی، سلفی، مودودی، تبلیغی وغیرہم عرب کے علمائے اہل سنت و جماعت سے بھی روابط و مراسم رکھتے ہیں اور ان کے سامنے خود کو سنی ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح عرب کے وہابیوں سے بھی ان کے مستحکم تعلقات ہیں۔ درحقیقت وہابیت و دیوبندیت کا مرکز ہی سعودیہ عربیہ ہے۔ برصغیر میں وہابیہ دو حصوں میں منقسم ہو گئے:

(1) مقلد وہابیہ (فرقہ دیوبندیہ) (2) غیر مقلد وہابیہ (اہل حدیث/سلفی)

نفس الامری واقعہ اور سچی حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے عہد میں جس طرح بھارت کے علمائے اہل سنت و جماعت مسلک دیوبند کے پیروکاروں کو دیوبندی کہتے تھے، اسی طرح دیابنہ بھی اہل سنت و جماعت کو بریلوی کہتے تھے اور بریلوی سے ان کی مراد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے متبع ہوتے۔

اہل دیوبند اپنے عقائد مذمومہ سے توبہ و رجوع نہ کیے، بلکہ اپنی خلاف شرع عبارتوں کی تاویل باطل میں مبتلا ہوئے۔ اہل دیوبند کے عقائدہ باطلہ کے سبب ''المعتمد المستند'' میں ان پر کفر پر فتویٰ نافذ کیا گیا، پھر علمائے حرمین طیبین نے بھی اس فتویٰ پر اپنی تصدیقات تحریر فرما دیں اور عوام کے لیے بھی ظاہر ہو گیا کہ اہل دیوبند اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور اہل دیوبند کا مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاف ایک مستقل مذہب ہے۔

حسب سابق دیوبندیوں کو دیوبندی کہا جاتا رہا اور دیابنہ سنیوں کو بریلوی کہتے رہے۔

برصغیر میں آج تک یہی تصور کیا جاتا ہے کہ ''بریلوی'' امام احمد رضا قادری کے متبعین ہیں اور امام احمد رضا قادری نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کو بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنی جانب سے کوئی جدید عقیدہ نہیں بتایا، بلکہ متقدمین کی تحریروں میں اگر تعارض تھا تو دفع

تعارض، مبہمات کی توضیح اور تسامحات کی نشان دہی فرمائی۔ محققین کو بہت سے مسائل میں دوسری کتابوں میں الجھن ہو تو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تحریروں میں تشفی بخش جواب مل جاتا ہے۔ امام احمد رضا قادری عقائد وفقہ ودیگر علوم وفنون میں وہی قول پیش کرتے ہیں جو راجح ہو، اور بسا اوقات قول مرجوح کا ذکر اور وجہ ضعف بھی بیان کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قادری بہت سے علوم وفنون کے ایک بحر ذخار تھے: جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء (آمین)

ملک العلما محدث بہاری کی تحریر

''فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میری ایک دیوبندی مولوی سے کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ انہوں نے اثنائے گفتگو میں کہا: ''یہ بریلوی مذہب ہے''۔

میں نے کہا کہ بریلوی مذہب تو کوئی ہے ہی نہیں تو انہوں نے جواباً کہا: تو پھر دیوبندی مذہب بھی کوئی نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ: ہے اور ضرور ہے، اس لیے کہ دیوبندی حضرات بہت سے مسائل واقوال کے موجد ہیں جن میں کوئی بھی ان کا پیشوا علمائے اہل سنت میں نہیں، بخلاف اعلیٰ حضرت کے کہ وہ مقلد محض ہیں۔ کسی قول واعتقاد کے موجد نہیں۔ ان کا کوئی قول ایسا نہیں پیش کر سکتے ہیں جس کے اہل سنت وسلف واکابر خلف قائل نہ ہوں اور بذات خاص اس کے مخترع ہوں۔

انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں، وہ علم غیب کے قائل ہیں۔ رسول اللہ کو ''عالم ما کان وما یکون'' مانتے ہیں۔ اس کا کون قائل ہے''؟ میں نے کہا کہ علمائے سلف وصوفیائے کرام کے اقوال تو اس سے بہت زیادہ ثابت کر رہے ہیں۔ یہ دو حدوں میں محدود علم مانتے ہیں اور اکابر اہل سنت کی تصریحات اس سے بہت عام ہیں جس کے سینکڑوں ثبوت کتاب مستطاب ''امالی الحبیب بعلوم الغیب'' (مؤلفہ امام اہل سنت) میں ہیں''۔

(حیات اعلیٰ حضرت: جلد دوم: ص 133 - امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

اس کے بعد ملک العلما علامہ سید ظفر الدین بہاری نے مختلف کتابوں سے متعدد حوالے پیش فرمائے اور دیوبندی خاموش ہوگیا۔(حیات اعلیٰ حضرت: جلد دوم: ص134)

حضور تاج الشریعہ ازہری کی تحریر

حضور تاج الشریعہ قادری ازہری قدس سرہ العزیز نے احسان الٰہی ظہیر پاکستانی کی کتاب ''البریلویہ'' کا عربی زبان میں رد تحریر فرمایا۔اس میں انہوں نے یہ صراحت فرمائی کہ وہابیہ ہمیں بریلوی کہتے ہیں اور ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔ بریلوی کوئی فرقہ نہیں۔

(تسمية اهل السنة بالبريلوية ديدن الديوبندية–وردًّا عليه اقول:

نسبتنا اهل السنة والجماعة الى البريلوية ديدن الديوبندية من اهل الهند(ومن جرى مجراهم فى معاداة اهل السنة والجماعة كامثال ظهير)

والذى اتهمونا به من الخروج عن الاسلام والمسلمين هم احق به واجدر واهله–وهذه التهمة بهم الصق ونحن بحمد الله من هذه التهمة براء–ولا ندين البريلوية ولا ملة جديدة غيرها–انما ندين الملة السمحة البيضاء التى ليلها كنهارها–فلم نزل من اهل السنة وفى اهل السنة ومع اهل السنة عن بكرة ابينا والله علىٰ ما نقول وكيل)

(مرأة النجدیہ:ص19-20-دار المقطم: قاہرہ)

ترجمہ:اہل سنت و جماعت کا نام بریلوی رکھنا دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور اس کا رد کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں: ہم اہل سنت و جماعت کو بریلویت کی طرف منسوب کرنا ہند کے دیوبندیوں اور اہل سنت و جماعت کی دشمنی میں ان کے طریق کار پر چلنے والے مثلاً ظہیر پاکستانی (مصنف ''البریلویہ'') کا طریقہ ہے اور دین اسلام و جماعت مسلمین سے خارج ہونے کی جو تہمت ان لوگوں نے ہم پر لگائی تو وہ لوگ (دیابنہ) اس کے زیادہ مستحق ،اس

کے زیادہ لائق اور اہل ہیں اور یہ تہمت ان لوگوں پر زیادہ چسپاں ہوتی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم لوگ اس تہمت سے بری ہیں۔ہم نہ بریلوی مذہب رکھتے ہیں اور نہ ہی کوئی نیا مذہب۔

ہم سہل و روشن مذہب رکھتے ہیں جس کی رات اس کے دن کی طرح (روشن) ہے، پس ہم لوگ اپنے آبا واجداد کے زمانے سے اہل سنت سے اور اہل سنت میں اور اہل سنت کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ عز وجل ہمارے قول پر نگہبان ہے۔

سلیمان ندوی کا قول

سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) شاگرد شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) نے چودہویں صدی کے بھارتی مسلمانوں کے حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

''تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے''۔(حیات شبلی:ص46)

شیخ محمد اکرام پاکستانی (۱۹۰۸ء-۱۹۷۳ء) نے لکھا:''انہوں (امام احمد رضا قادری) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی''۔(موج کوثر:ص70)

میرا دین و مذہب کہنا

عرب وعجم میں لوگ اپنے دین و مذہب کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے میرا دین اور میرا مذہب کہتے ہیں۔ایسا طریق کلام رائج و مشہور ہے جیسا کہ ماقبل میں تحریر ہوا۔

ارشاد ربانی ہے:(اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ)(سورہ مائدہ:آیت3)

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے واسطے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

حدیث نبوی میں ہے کہ منکر نکیر مردہ سے سوال کرتے ہیں:

(مَا دِیْنُکَ؟))تمہارا دین کیا ہے؟

بندۂ مومن جواب دیتا ہے:(دِیْنِی الْاِسْلَامُ)میرا مذہب اسلام ہے۔

پس ایسے مقامات پر ایجاد کردہ دین و مذہب مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ تم کون سے دین و مذہب کے متبع و پیروکار ہو۔ بندۂ مومن کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ دیوبندی اشتہار کے اعتراضات والزامات انتہائی بےعقلی پر مبنی ہیں۔ نکتہ چینی اسی کا نام ہے۔

قرآن مقدس وحدیث نبوی سے بھی ثابت ہو گیا کہ انسان جس مذہب کا متبع و پیرو کار ہوتا ہے، اس کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے۔ اس سے اس کا خودساختہ مذہب مراد نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ مذہب مراد ہوتا ہے جس کی وہ پیروی اور اتباع کرتا ہے۔

رشیداحمد گنگوہی کا زعم باطل

عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''آپ (گنگوہی) نے کئی مرتبہ یہ الفاظ زبان فیض تر جمان سے فرمائے: ''سن لوحق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں، مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر''۔

(تذکرۃ الرشید: حصہ دوم: ص 17)

رشید احمد گنگوہی نے اپنے قول کو معیار حقانیت قرار دیا، حالاں کہ اس کے قلم سے تنقیص خداوندی وتوہین نبوی صادر ہوئی۔ تنقیص و بےادبی یقیناً بین البطلان ہے، پھر رشید احمد گنگوہی کا دعویٰ باطل ہو گیا کہ حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلتا ہے۔

اشرف علی تھانوی کا قول

الافاضات الیومیہ میں ہے: ''ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں (تھانوی نے) فرمایا: آپ تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں۔ میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا۔ وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔ جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ

کر سوال کیا:من ربک؟ ما دینک؟من ہذا الرجل؟ (تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور یہ صاحب کون ہیں؟) وہ (ہر) جواب میں کہتا کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں۔ میں تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں، جو ان کا خدا، وہ میرا خدا۔ جو ان (غوث اعظم علیہ الرحمہ) کا دین، وہ میرا دین۔اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی''۔

(الافاضات الیومیہ: جلد دوم:ص 91-ملفوظ نمبر 132)

مرتضٰی حسن دربھنگوی نے لکھا:''ہر شخص اپنا دین اپنے ساتھ رکھتا ہے''۔

(اسکات المعتدی:ص78)

تھانوی اور دربھنگوی کے قول میں دین کی اضافت اس کے ماننے والے کی جانب کی گئی ہے جیسا کہ وصایا شریف میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دین ومذہب کی اضافت ونسبت اپنی جانب کی ہے۔جو اعتراض وصایا شریف کی عبارت پر ہوگا، وہی اعتراض تھانوی ودربھنگوی کی عبارت پر ہوگا۔جو جواب تھانوی ودربھنگوی کی عبارت کا ہوگا ، وہی جواب وصایا شریف کی عبارت کا ہوگا۔دراصل یہ اعتراض ہی عداوت پرمبنی ہے۔

مذہب کا تعارف علما وقائدین کے ذریعہ

مذاہب ومسالک کا تعارف ان کے رہنماؤں کے ذریعہ ہوتا ہے،مثلاً کہا جاتا ہے: حنفی مذہب، مالکی مذہب، شافعی مذہب،حنبلی مذہب،قادری سلسلہ،چشتی سلسلہ،سہروردی سلسلہ،نقشبندی سلسلہ۔اسی طرح وہابی مذہب،مودودی مذہب کہا جاتا ہے۔

مذاہب ومسالک کا تعارف کسی خاص وصف کے ذریعہ بھی ہوتا ہے جیسے حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبع کو''مسلم'' کہا جاتا ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا)(سورہ حج: آیت 178)

ترجمہ: اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔

(کنزالایمان)

اہل سنت و جماعت، معتزلہ، شیعہ وروافض، اہل قرآن، اہل حدیث، نیچری، بت پرست، آتش پرست ودیگر کثیر مذاہب کے نام بھی ان کے خاص اوصاف کے سبب ہیں۔

امام شاطبی مالکی (م ۷۹۰ھ) نے رقم فرمایا: **(ثم قال اسحاق: لو سألت الجهال عن السواد الاعظم، لقالوا: جماعة الناس، ولا يعلمون ان الجماعة عالم متمسک باثر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وطريقه-فمن كان معه وتبعه فهو الجماعة-ثم قال اسحاق: لم اسمع عالمًا منذ خمسين سنة، كان اشد تمسكًا باثر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من محمد بن اسلم)**

(الاعتصام: جلددوم: ص 777-دارعفان: سعودیہ عربیہ)

ترجمہ: پھر محدث اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: اگر تم جاہلوں سے ''سواد اعظم'' کے بارے میں دریافت کرو تو وہ ضرور کہیں گے کہ لوگوں کی جماعت ہے اور انہیں معلوم نہیں ہے کہ جماعت حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے طریقہ پر چلنے والا عالم ہے، پس جو اس عالم کے ساتھ اور ان کا متبع ہے، وہ جماعت ہے، پھر محدث اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ میں نے پچاس سال سے کسی عالم کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ محمد بن اسلم طوسی (م ۲۴۲ھ) سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہو گیا کہ سواد اعظم ''محمد بن اسلم طوسی'' ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ ان کے طریقہ پر چلنے والے ہیں، وہ جماعت میں شامل ہیں اور جو لوگ ان کے طریقہ سے برگشتہ ہیں، وہ جماعت سے خارج ہیں اور یہ علمائے کرام اپنے اپنے عہد میں معیار حقانیت رہے ہیں، اسی لیے مجازی طور پر ان کو ہی جماعت سے تعبیر کر دیا گیا اور یہ بھی

معلوم ہوا کہ سواد اعظم کی صیانت وحفاظت کے لیے عام طور پر قائد ورہنما کی شکل میں علمائے اسلام موجود رہیں گے۔ احادیث نبویہ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے اور مذہب حق کا تعارف ان علمائے کرام کے نام پر ہوگا جو دین وسنیت کی خدمات سرانجام دیں گے۔

مندرجہ ذیل احادیث طیبہ واقوال علمائے اسلام سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

(1)(عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ....فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ،تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ-الحديث) (مشکوٰۃ المصابیح:ص30)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا......اس لیے کہ جو میرے بعد زندگی گزارے گا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم لوگوں پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ تم ان طریقوں کو اختیار کرو، اور انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔

(2)(عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُم)

(مشکوٰۃ المصابیح:ص554)

ترجمہ: خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جن کی پیروی کروگے، ہدایت پاجاؤ گے۔

(3)(عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ—يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ—وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ—وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ—رواه البيهقى)

(مشکوٰۃ المصابیح:ص36)

ترجمہ:حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اس علم دین کو ہر بعد آنے والوں میں سے صالح افراد حاصل کریں گے،وہ صالحین اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف،باطل پرستوں کی کج روی اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

(4)حدیث نبوی ہے:(اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ) (سنن ابی داؤد:باب الحث علیٰ طلب العلم-جامع الترمذی:جلد دوم:باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ-سنن ابن ماجہ: باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم-صحیح ابن حبان:جلد اول:ص289)

ترجمہ:علمائے کرام،حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

(5)(عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاسِ كُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا)

(سنن ابی داؤد:کتاب الملاحم-معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی:جلد اول:ص208)

(المستدرک علی الصحیحین:جلد دوم:کتاب الفتن والملاحم)

(المعجم الکبیر للطبرانی:جلد19:ص467)

ترجمہ:حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رب تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے اخیر میں ایسے کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

منقولہ بالا حدیث میں میں ارشاد فرمایا گیا کہ ہر صدی میں مجدد کی آمد ہوگی،یعنی جب تک دین اسلام باقی رہے گا،تب تک بفضل الٰہی ہر صدی میں مجدد کا وجود ہوتا رہے گا۔

مرقومہ بالا احادیث طیبہ سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین، حضرات صحابہ کرام، علمائے دین اور مجددین اسلام کا اتباع کرنا ہے اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ہر عہد میں قائدین موجود رہیں گے جو دین ومذہب کی تشریح وتفصیل کریں گے، پس ان علما کی طرف نسبت کرتے ہوئے مسلک حق کا تعارف کیا جاسکتا ہے، تاکہ گمراہ وباطل فرقوں سے امتیاز حاصل ہوجائے۔ یہ مفہوم نہیں کہ یہ دین ومسلک خاص ان علما کا ایجاد کردہ ہے، بلکہ مراد ہے کہ یہ نفوس عالیہ دین حق کے شارح ومبلغ ہیں۔ رب تعالیٰ کا فضل وکرم کہ اس سے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے رقم فرمایا: (قَالَ الْمَآ یُرْقِیُّ: وَلَمْ یَکُنْ اَبُو الْحَسَنِ اَوَّلَ مُتَکَلِّمٍ بِلِسَانِ اَهْلِ السُّنَّةِ-اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ غَیْرِهٖ وَعَلٰی نُصْرَةِ مَذْهَبٍ مَعْرُوْفٍ-فَزَادَ الْمَذْهَبَ حُجَّةً وَبَیَانًا-وَلَمْ یَبْتَدِعْ مَقَالَةً اِخْتَرَعَهَا وَلَا مَذْهَبًا اِنْفَرَدَ بِهٖ-اَلَا تَرٰی،اَنَّ مَذْهَبَ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ نُسِبَ اِلٰی مَالِكٍ-وَمَنْ کَانَ عَلٰی مَذْهَبِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ،یُقَالُ لَهٗ مَالِکِیٌّ- وَمَالِکٌ اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ مَنْ کَانَ قَبْلَهٗ،وَکَانَ کَثِیْرَ الْاِتِّبَاعِ لَهُمْ،اِلَّا اَنَّهٗ لَمَّا زَادَ الْمَذْهَبَ بَیَانًا وَبَسْطًا،عُزِیَ اِلَیْهِ-کَذٰلِکَ اَبُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِیِّ-لَا فَرْقَ، لَیْسَ لَهٗ فِیْ مَذْهَبِ السَّلَفِ اَکْثَرُ مِنْ بَسْطِهٖ وَ شَرْحِهٖ وَتَوَالِیْفِهٖ فِیْ نُصْرَتِهٖ)

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد سوم: ص 367- دار احیاء الکتب العربیۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت امام ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) مذہب اہل سنت وجماعت کی تشریح کرنے والے پہلے متکلم نہ تھے، بلکہ وہ اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلے اور مذہب مشہور (مذہب اہل سنت وجماعت) کی مدد پر رہے، پس انہوں نے مذہب میں حجت اور توضیح کا اضافہ کیا اور اپنی جانب سے کوئی اختراعی بات نہ لائے اور نہ کوئی جداگانہ مذہب۔

کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب امام مالک کی طرف منسوب ہوا، اور جو اہل مدینہ کے مذہب پر ہو، اسے مالکی کہا جاتا ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلاف کے طریقے پر چلے اور وہ اسلاف کرام کی خوب پیروی کرنے والے تھے، لیکن جب انہوں نے مذہب میں توضیح وتشریح کا اضافہ کیا تو مذہب ان کی طرف منسوب ہوگیا۔

ایسے ہی حضرت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان۔ (دونوں ائمہ کے مابین) کچھ فرق نہیں۔ مذہب اسلاف کے بارے میں امام اشعری کی تشریح وتوضیح اور مذہب کی نصرت میں تالیفات، حضرت امام مالک (۹۳ھ-۱۷۴ھ) سے زیادہ نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرح امام اہل سنت حضرت ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) نے بھی مذہب اہل سنت کی عظیم خدمات سرانجام دیں جس کے سبب مذہب اہل سنت وجماعت کو مذہب اشعری اور اہل سنت وجماعت کو اشاعرہ کہا جانے لگا۔ امام اہل سنت حضرت ابومنصور ماتریدی (۲۳۸ھ-۳۳۳ھ) کی نسبت سے مذہب اہل سنت وجماعت کو ماتریدی مذہب اور ان کے متبعین کو ماتریدیہ کہا جانے لگا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بھی زندگی بھر مذہب اہل سنت کی خدمت سرانجام دیتے رہے، پس برصغیر میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلک اہل سنت ان کی طرف منسوب ہو گیا: (**ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**) ''مسلک اعلیٰ حضرت'' مسلک اہل سنت کا ایک شناختی نام ہے، کیوں کہ عہد حاضر میں بد مذہب فرقے بھی خود کو اہل سنت کہتے ہیں۔

تلبیس دوم

فاتحہ خوانی کی وصیت پر وہابیہ کو درد شکم

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اپنے وصایا میں رقم کروایا:

(11) فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔صرف فقرا کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

(12) اعزا سے اگر بطیّب خاطر ممکن ہوتو فاتحہ ہفتہ میں دو تین باران اشیا سے بھی بھیج دیا کریں۔دودھ کا برف خانہ ساز،اگر بھینس کے دودھ کا ہو،مرغ کی بریانی،مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی ،اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں،سیب کا پانی،انار کا پانی،سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔اگر روزانہ ایک چیز ہوسکے، یوں کرو، یا جیسے مناسب جانو،مگر بطیّب خاطر۔میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو"۔

(وصایا شریف:ص14-15)

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:(وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ)

(سورہ ذاریات: آیت19)

ترجمہ:اوران کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بےنصیب کا۔(کنزالایمان)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز زندگی بھر غربا و مساکین سے محبت اوران کی اعانت فرماتے رہے اور آپ نے بوقت وصال بھی ان کا خیال رکھا کہ مرغوب کھانے ان کے گھر سے غربا و مساکین کو دستیاب ہوتے رہیں۔امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ سب مطعومات ومشروبات میری قبر کے پاس لانا، یا میری قبر میں رکھ دینا۔دیابنہ چوں کہ فاتحہ وایصال ثواب کے منکر ہیں،لہٰذا وہ کسی نہ کسی بہانے اعتراض کرتے ہیں، کیوں کہ وہ فاتحہ وایصال ثواب کے منکر ہیں اوراس وصیت میں فاتحہ وایصال ثواب کا ذکر ہے۔

واضح رہے کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز ایک رئیس گھرانے کے فرد تھے۔آپ کے اجداد میں سے سعادت یار خاں روہیل کھنڈ کے صوبیدار تھے اور دیگر حضرات بھی شاہان مغلیہ کے عہد میں مناصب جلیلہ پر فائز تھے۔خود امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے

پاس بھی کثیر جائیداد تھی۔ان کے یہاں خورد ونوش کا جو طریقہ کار تھا،اسی کے مطابق آپ نے وصیت فرمائی۔اس وصیت پر اشتہار دیوبند میں بشکل شعر درج ذیل اعتراض لکھا ہے:

میں وصیت نامہ احمد رضا خاں دیکھ کر
کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے

(اشتہار دیوبند)

جواب:اگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان خود اپنے لیے یہ وصیت فرماتے تو دیوبندیوں کا یہ اعتراض درست ہوتا،لیکن یہ وصیت نامہ تو ان کی وفات کے بعد غربا ومساکین کے لیے ہے،پس اپنے پیٹ کی فکر کا کیا معنی؟اکابر دیوبند کی شکم پروری کے واقعات دیکھیں کہ موت سر پر منڈلا رہی ہے اور وہ اپنی خواہش نفسانی کی فکر میں مبتلا تھے۔

عام مسلمان بھی ایسے وقت میں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف لو لگاتے ہیں اور حدیث نبوی میں بھی ہے کہ خاتمہ کا اعتبار ہے کہ آخری وقت بندہ کے اعمال کیسے تھے۔دیوبندی قائدین اخیر وقت میں اپنے پیٹ کی فکر میں مبتلا تھے اور الزام دوسروں پر لگاتے ہیں۔ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے: الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے

(1) قاسم نانوتوی اور حسین احمد ٹانڈوی بستر مرگ پر پڑے تھے اور ککڑی اور سردہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔مرتے وقت بھی ان لوگوں کو اپنے پیٹ کی فکر تھی۔

شیخ الاسلام نمبر میں ہے:''کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم صاحب نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔چناں چہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے لکھنو سے ککڑی منگائی گئی۔

حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور من جانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبعیت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد

صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا: کہئے! کیا آج کل سردہ نہیں مل سکتا؟ انہوں نے فرمایا: ضرور مل جائے گا۔ چوں کہ اس کے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارن پور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا، مگر کہیں دستیاب نہ ہوا، اس لیے حضرت نے فرمایا: کہاں مل سکتا ہے؟ مولانا وحیدالدین صاحب قاسمی نے عرض کی کہ ان شاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا: جی ہاں، تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لیے لکھنو سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لیے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردہ بھیجا''۔(شیخ الاسلام نمبر:ص 114)

قاسم نانوتوی کے لیے لکھنو سے ککڑی نانوتہ بھیجی گئی اور حسین احمد ٹانڈوی کے لیے کراچی ولاہور سے سردہ ٹانڈہ بھیجا گیا، یعنی جب تک ککڑی وسردہ نہ نکلے، تب تک روح نہ نکلی۔

(2) تھانوی نے بڑھاپے میں ایک شادی کر لی تھی۔ وہ بھی ایک کمسن لڑکی سے جسے شادی سے قبل تھانوی بیٹی کہا کرتا تھا۔ موت کے وقت اس کی کفالت کا بوجھ اپنے مریدین پر ڈال گیا۔ تھانوی اپنے مریدین کو وصیت کرتا ہے: ''میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (نئی بیوی) کے لیے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی''۔(تنبیہات وصیت:ص 20)

(3) حسین احمد ٹانڈوی مٹھائی کھانے کا بھی بڑا شوقین تھا۔ وہ ایک صاحب کے پیسے چھین کر مٹھائی منگواتا تھا۔ یہ حرکت شرعاً بھی قابل گرفت ہے۔ واقعہ درج ذیل ہے:

''حضرت (ٹانڈوی) جی فرماتے: حاجی (بدرالدین) صاحب! آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے؟ تو میں عرض کرتا کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے، پھر کیا تھا، جتنے بھی طالب علم ہوتے، سب کے سب میرے

اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی، سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی اور کبھی کبھی تو حضرت میری شروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی، جب مٹھائی کے واسطے پیسے دوگے، جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔ حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی۔ آپ کے پاس ہزاروں من کی مٹھائیاں تھیں"۔

(شیخ الاسلام نمبر:ص95)

کوئی شخص ملاقات کو آتا ہے۔ ٹانڈوی دارالحدیث میں بیٹھ کر طلبہ کو اس کی رقم لوٹنے اور چھیننے کا حکم دیتا ہے، حالاں کہ حاجی جھوٹ بھی بولتا ہے کہ میرے پاس پیسے نہیں، پھر بھی چھٹکارا نہیں۔ دارالحدیث میں ڈاکہ زنی۔ کبھی شیخ دیوبند شروانی چھین لیتا ہے اور رنگ داری ٹیکس وصول کرتا ہے۔ مٹھائی کے بارے میں نانوتوی کا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

(4) تھانوی نے لکھا:"ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم کے پاس آپ کے خادم مولوی فاضل حاضر تھے۔ مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے فرمایا (کیوں کہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اگر کہیں سے آئی ہوئی موجود نہ ہوتی تو خود منگوا کر تقسیم فرماتے) انہوں نے تقسیم کر دی۔ آخر میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپ نے فرمایا:"الفاضل للقاسم"۔ انہوں نے جواب دیا: الفاضل للفاضل والقاسم محروم"۔

(ارواح ثلاثہ:ص267)

نانوتوی کی ہر مجلس میں مٹھائی تقسیم ہوتی تھی۔ اگر مجلس میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم مٹھائی تقسیم کریں تو دیوبندیوں کی جانب سے بدعت کا فتویٰ نافذ کیا جاتا ہے۔

مرتے وقت نانوتوی کا ککڑی منگوانا اور ٹانڈوی کا سردہ منگوانا، کسی ملاقاتی کے پیسے چھین کر مٹھائی منگوانا یہ سب کچھ اپنے لیے تھا۔ مریدین کو اپنی بیوی کے لیے ماہانہ ایک روپیہ چندہ دینے کی وصیت کرنا، یہ وصیت بھی اپنی بیوی کے واسطے تھی۔ امام اہل سنت قدس سرہ

العزیز نے نہ اپنے لیے کچھ طلب کیا، نہ اپنوں کے لیےکوئی وصیت کی، بلکہ اپنے اہل خانہ کو وصیت فرمائی کہ غربا ومساکین کو اچھے مطعومات ومشروبات دو، تاکہ غربا ومساکین عمدہ خوراک سے محروم نہ رہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر تمہیں اور ہمیں اجر عطا فرمائے۔ یہ غریبوں کی فکر ہے، نہ کہ اپنے پیٹ کی فکر۔ یہ وصیت اپنے گھر والوں کے لیے ہے کہ وہ ایسا کریں۔ مریدین کو یہ وصیت نہیں کہ ان کے گھر والوں کو یہ سب کچھ لا کر دیں، جیسے تھانوی نے اپنے مریدین کو وصیت کی کہ وہ لوگ تھانوی کی بیوی کے لیے ایک ایک روپیہ مقرر کر لیں۔

تلبیس سوم

کیا شیطان ملعون کا علم وسیع تر ہے؟

اشتہار دیوبند میں ہے: ''خود اعلیٰ حضرت اس بات کے قائل ہیں کہ شیطان لعین کا علم حضور پاک سے وسیع ہے۔ چناں چہ خالص الاعتقاد: ص ۵ میں عقائد کا اظہار اس طرح فرما رہے ہیں: ''شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے''۔

دیکھا آپ نے! کہ خان صاحب بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت سے مقابلہ میں کم کر کے خود رسول اللہ کی توہین کے ساتھ شیطان کو اپنا علمی پیشوا بنانے کی کیسی بے باک جرأت کی ہے''۔(اشتہار دیوبند)

جواب: یہ عبارت خالص الاعتقاد کی نہیں ہے، بلکہ حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ خالص الاعتقاد پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ وہ مقدمہ ''رماح القہار'' کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ اس میں انہوں نے وہابیہ کا رد کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں''۔

(رماح القہار علیٰ کفر الکفار-فتاویٰ رضویہ: جلد29:ص415- جامعہ نظامیہ لاہور)

رشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں ابلیس لعین کے علم کو حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر مانا ہے۔

حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن قدس سرہ العزیز نے اثباتی ومنفی دونوں جملوں میں اس کی تردید فرمائی اور بتایا کہ حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم دوسروں کے علم سے زائد ہے۔دیابنہ جو شیطان کے علم کو علم نبوی سے زائد مانتے ہیں،وہ درست نہیں۔

وسیع تر کا لفظ دیوبندی عقیدہ کو بتانے کے لیے تعریض کے طور پر استعمال ہوا ہے۔
اس مقام پر حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن قدس سرہ العزیز علم غیب سے متعلق کل بارہ عقائد ذکر کیے اور انبیٹھوی،گنگوہی،تھانوی کے عقائد کا تعریضاً ذکر فرما کر رد کیا ہے۔

ایسا نہیں کہ صرف اسی ایک عقیدہ کو تعریضاً بیان کیا۔اگر اسی ایک عقیدہ کا اس مقام پر بیان ہوتا تو عدم تعریض اور مستقل طور پر ایک کلام ہونے کا شبہہ ہو سکتا تھا۔مولانا سید عبد الرحمٰن نے اسی مقام پر وہابیہ کے چند عقائد لکھ کر اس جملہ کو تعریض کے مفہوم میں متعین کر دیا۔

قیود وشرائط کے فوائد کب معتبر؟

فرقہ دیوبندیہ کا کہنا ہے کہ نفی جب مقید پر داخل ہو تو صرف قید کی نفی ہوتی ہے،مقید کی نہیں۔اس اعتبار سے جملہ مذکورہ میں صرف وسیع تر ہونے کی نفی ہوگی۔وسیع ہونے کی نفی نہیں ہوگی،یعنی رماح القہار کی عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ شیطان کا علم،علم نبوی سے وسیع تر نہیں ہے،لیکن وسیع ضرور ہے۔اگر دیوبندیوں کی یہ تشریح مان لی جائے تو رماح القہار کی عبارت میں تعارض لازم آئے گا،لہٰذا دیوبندی تشریح قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ابلیس کا علم معاذ اللہ

علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں''۔

یہاں دو جملے ہیں اور دونوں متصل ہیں،یعنی یکے بعد دیگرے ہیں۔ ماقبل کے متصل جملے میں حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو ساری مخلوقات کے علم سے زائد مانا جارہا ہے، پھر اسی سے متصل بعد کے جملے میں اسی زیادت علم کی نفی ہو جارہی ہے اور عبارت میں تعارض لازم آرہا ہے،لہٰذا رماح القہار کا دیوبندی معنی مراد نہیں ہوسکتا ہے۔

یہ بھی یادرہے کہ دوسرا جملہ دیوبندی عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے جملہ اولیٰ کی شرح کی منزل میں ہے،یعنی دیوبندیوں کا جو عقیدہ ہے کہ شیطان کو علم محیط زمین کا حاصل ہے اور شیطان کی یہ وسعت علمی نص سے ثابت ہے اور حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس سے ابلیس کا علم زائد ہے، یہ دیوبندی عقیدہ غلط اور باطل ہے۔

رماح القہار میں وسیع کا لفظ براہین قاطعہ کی عبارت کے پیش نظر لایا گیا ہے،ورنہ جب ماقبل جملہ میں لفظ زائد استعمال کیا گیا ہے تو اس اعتبار سے منفی جملہ میں بھی لفظ زائد کا استعمال ہونا چاہئے تھا اور عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی:''''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز زائد نہیں''۔

براہین قاطعہ کی عبارت درج ذیل ہے۔اسی عبارت کی جانب تعریض اور اسی عبارت کے معنی ومفہوم کی تردید کے لیے رماح القہار میں ''وسیع تر'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

انبیٹھوی نے لکھا:''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

(البراہین القاطعہ:ص122-دارالکتاب دیوبند)

اقتباس بالا میں ہے:''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کورد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

منقولہ بالا عبارت سے گنگوہی وانبیٹھوی نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ شیطان کی وسعت علمی نص سے ثابت ہے اور حضور اقدس عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علمی نص سے ثابت نہیں ہے،لہٰذا شیطان کا علم حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے وسیع ہے۔شیطان کی وسعت علمی کے اسی باطل نظریہ کی تردید رماح القہار کی عبارت میں کی گئی ہے اور بطور تعریض براہین قاطعہ کی عبارت کی تردید کی گئی ہے۔

''تر'' کا لاحقہ کبھی زائد ہوتا ہے

اردو اور فارسی زبان میں ''تر'' کا لاحقہ کبھی زائد ہوتا ہے۔اسی طرح کبھی بدتر،خوش تر ودیگر الفاظ بلا تقابل وبلا تفضیل کے لفظ''تر'' کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور کبھی تر کا لاحقہ تقابل وتفضیل کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔محل استعمال اور قرائن کے اعتبار سے اس امر کا تعین ہوگا کہ''تر'' کا لاحقہ کہاں زائد اور کہاں تقابل وتفضیل کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:''احتکار چہل روز را ایں حکم واین جزا است واگر کمتر کند،آنرا نیز جزا است ولیکن کمتر ازیں واگر بیشتر کند،بیشتر ازیں خواہد بود۔ظاہر آنست کہ مراد آں باشد کہ احتکار چہل روز باشد،ودر کمتر ازاں اثم نبود لجہت قلت مدت،مغفور بود''۔

(اشعۃ اللمعات:جلد چہارم:ص44)

ترجمہ:چالیس دن احتکار کا یہ حکم اور یہ سزا ہے اور اگر کم کرے تو اس کی بھی سزا ہے،لیکن اس سے کم سزا اور اگر زیادہ کرے تو اس سے زیادہ سزا ہوگی۔ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد یہ ہوگی کہ احتکار چالیس دن ہوگا اور اس سے کم میں مدت کم ہونے کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا،بخش دیا جائے گا۔

احتکار یہ ہے کہ کھانے کی چیز کو روک رکھے،تاکہ مہنگی ہونے پر بیچے اور زیادہ قیمت لے۔

عبارت مذکورہ بالا میں کمتر اور بیشتر میں لفظ ''تر'' زائد ہے۔اسی طرح رماح القہار میں لفظ ''تر'' زائد ہے اور جب یہ زائد ہے تو نہ یہاں مقید ہے، نہ قید ہے اور نہ مقید پر نفی داخل ہے، پس شیطان کا علم زائد ثابت کرنے کی دیوبندی کوشش وسازش رائیگاں ہوگئی۔

رماح القہار کی مابعد کی عبارت بھی اس کے تعریض ہونے پر قرینہ ہے۔

نیز قید وشرط سے متعلق دیوبندیوں نے جو قانون بیان کیا ہے، وہ عربی زبان کا قانون واصول ہے۔اردو یا فارسی عبارتوں میں عربی نحو وصرف جاری کرنا کیوں کر درست ہوگا؟ لفظ ''تر'' فارسی لفظ ہے۔عربی زبان میں اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے، پھر کس مناسبت کے سبب عربی قاعدہ یہاں جاری ہوگا؟ بہر حال عربی زبان کا قاعدہ بھی بیان کر دیا جاتا ہے، تا کہ غلط فہمی دور ہو جائے۔

قید وشرط اور حکم کی نفی وعدم نفی

قاعدہ مذکورہ کہ: ''نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو صرف قید کی نفی کرتی ہے''۔اس کی شرط یہ ہے کہ وہ قید دوسرے فائدہ کے لیے استعمال نہ کی گئی ہو، تب مقید پر نفی داخل ہونے سے صرف قید کی نفی ہوگی اور اگر وہ قید کسی مفہوم خاص کا افادہ کرتی ہو تو مقید کی نفی سے صرف قید کی نفی نہیں ہوگی، بلکہ مقید اور قید دونوں کی نفی ہوگی۔چوں کہ رماح القہار میں ''تر'' کا اضافہ تعریض کے لیے ہے، لہٰذا وسیع اور تر دونوں کی نفی ہوگی، یعنی علم نبوی سے علم شیطانی نہ وسیع ہے، نہ وسیع تر ہے۔

قید وشرط کی بحث درج ذیل ہے، نیز یہ قانون عربی زبان کا ہے اور ''تر'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔عربی زبان کا قانون فارسی زبان میں جاری کرنا حماقت وسفاہت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: ((وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا—وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ))

(سورہ نور: آیت 33)

ترجمہ: اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں، تا کہ تم دنیوی زندگی کا

کچھ مال چاہو،اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں، بخشنے والا مہربان ہے۔(کنز الایمان)

علامہ تفتازانی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے آیت منقوشہ بالا پر کلام کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(فان قیل:تعلیق النهی عن الاکراه بارادتهن التحصن یشعر بجواز الاکراه عند انتفائها علٰی ما هو مقتضی التعلیق بالشرط—اجیب بان القائلین بان التقید بالشرط یدل علٰی نفی الحکم عند انتفائه—انما یقولون به اذا لم یظهر للشرط فائدة اخرٰی—ویجوز ان یکون فائدته فی الأیة المبالغة فی النهی عن الاکراه—یعنی انهن اذا اردن العفة فالمولٰی احق بارادتها) (مختصر المعانی:ص76-مطبع قیومی کان پور)

ترجمہ:پس اگر اعتراض کیا جائے کہ اکراہ کی ممانعت کو باندیوں کے پرہیز کے ارادہ سے معلق کرنا پرہیز کے ارادہ کی نفی کے وقت اکراہ کے جواز کو بتاتا ہے جیسا کہ شرط سے معلق کرنے کا تقاضا ہے۔جواب دیا گیا کہ اس بات کے قائلین کہ شرط سے مقید کرنا شرط کی نفی کے وقت حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے،وہ لوگ اس کا قول اس وقت کرتے ہیں جب شرط کے لیے کوئی دوسرا فائدہ ظاہر نہ ہو،اور جائز ہے کہ آیت قرآنیہ میں شرط سے معلق کرنے کا فائدہ اکراہ سے ممانعت کا مبالغہ ہو، یعنی جب باندیاں عفت کا ارادہ کریں تو آقا عفت کے ارادہ کا زیادہ مستحق ہے۔

اسی بحث میں دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی(۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ) نے حاشیہ میں لکھا:**(حاصل هذا الجواب ان اعتبار مفهوم المخالفة مشروط بان لا یکون للتقیید بالشرط فائدة اخری غیر اخراج ما لم یکن فیه الشرط عن الحکم—وههنا یجوز ان تکون الفائدة فی التقیید به المبالغة فی نهی الموالی عن الاکراه لما فی ذلک من التوبیخ للموالی—وحیث کان للتقیید بالشرط فائدة اخری غیر الاخراج سقط اعتبار مفهوم الشرط—لان مفهوم المخالفة انما یعتبر اذا کان القید للاخراج**

لا لفائدة اخری) (حاشیہ مختصر المعانی:ص 281 -مکتبۃ البشریٰ کراچی)

ترجمہ: اس جواب کا خلاصہ ہے کہ مفہوم مخالفت کا اعتبار اس سے مشروط ہے کہ شرط سے مقید کرنے کا کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو، اس کو حکم سے نکالنے کے علاوہ جس میں شرط نہ ہو، اور یہاں جائز ہے کہ شرط سے مقید کرنے کا فائدہ آقاؤں کو اکراہ کی ممانعت میں مبالغہ کرنا ہو، کیوں کہ اس میں آقاؤں کو توبیخ کرنا ہے اور جب شرط سے مقید کرنے کا حکم سے نکالنے کے علاوہ دوسرا فائدہ ہے تو شرط کے مفہوم کا اعتبار کرنا ساقط ہو گیا، کیوں کہ مفہوم مخالفت اس وقت معتبر ہو گا جب قید حکم سے نکالنے کے لیے ہو، کسی دوسرے فائدہ کے لیے نہ ہو۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہے کہ باندیوں کو مطلقاً بدکاری پر مجبور نہ کیا جائے اور اگر وہ خود بھی عفت وعصمت کو پسند کریں تو بدرجہ اولیٰ آقا کو اس کی عصمت کا خیال رکھنا چاہئے اور اگر وہ بدچلن ہو تو بھی آقا اس کام پر اسے مجبور نہ کرے، پس یہاں شرط کا فائدہ مبالغہ ہے، لہٰذا مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا، یعنی آیت کریمہ کا یہ مفہوم نہیں کہ اگر باندی بدکاری پسند کرے تو اسے بدکاری کی اجازت دی جائے۔

اسی طرح آیت طیبہ (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً) ہے۔ اس میں بظاہر دونا دون سود کی ممانعت ہے، حالاں کہ ایسا نہیں، مطلقاً سود حرام ہے اور یہ اہل عرب کی عادت وحالت کی طرف اشارہ اور تعریض ہے۔ اہل عرب عہد جاہلیت میں کسی کو مقررہ میعاد پر سودی قرض دیتے۔ جب مدت پوری ہو جاتی اور قرض دار قرض ادا نہ کر پاتا تو سود میں اضافہ کی شرط پر میعاد میں اضافہ کر دیتے۔ اس طرح سود کئی گنا زیادہ ہو جاتا۔

اس طرح بار بار کے اضافہ کے بعد اصل رقم کم ہو جاتی اور سودی رقم بڑھ جاتی۔ اسی کی جانب تعریض کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے سود کی مطلق حرمت کا حکم جاری فرمایا۔ دونا دون ہو یا محض سود ہو، پس ''اضعافا مضاعفۃ'' کی قید احترازی نہیں، بلکہ افادۂ تعریض کے لیے ہے، جیسا کہ ماقبل

کی آیت مقدسہ میں ''ان اردن تحصنا'' کی قید مبالغہ کے لیے وارد ہوئی۔اسی طرح رماح القہار کی عبارت میں لفظ ''تر'' کا اضافہ تعریضاً ہے جو براہین قاطعہ میں بیان کردہ عقیدۂ باطلہ کی جانب اشارہ اوراس کے بطلان کے لیے وارد ہوا ہے۔

الحاصل رماح القہار کی عبارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم پاک دیگر تمام مخلوقات کے علم سے زائد ہے۔ پہلے جملہ میں اس کی صراحت ہے اور دوسرے جملہ سے مراد یہ ہے کہ جب حضوراقدس نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف سب سے زیادہ ہے تو ابلیس ہو یا کوئی اور مخلوق، کسی بھی مخلوق کا علم حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے زائد نہیں ہے۔مخلوقات میں سب سے زیادہ علم ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔

رماح القہار کے دونوں جملوں پر غور کیا جائے: ''(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔(2) ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں''۔

تلبیس چہارم

ساری دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کا الزام

اشتہار دیوبند میں ہے: ''رضاخانی فرقہ کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں جو ان کے ہم مسلک نہ ہوں''۔

جواب: دیابنہ جس کو رضاخانی مسلک یا بریلوی مسلک کہتے ہیں، وہ مسلک اہل سنت وجماعت ہے اور جو شخص مذہب اہل سنت وجماعت سے خارج ہے، وہ گمراہ یا کافر ہے۔

اگر کوئی شخص نہ کافر ہے، نہ ہی گمراہ ہے تو وہ اہل سنت وجماعت میں سے ہے۔ بندہ کسی اعتقادی عیب کی وجہ سے ہی اہل سنت وجماعت سے خارج قرار پاتا ہے۔

واضح رہے کہ جتنے لوگ اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں، وہ تمام کافر نہیں ہیں،

بلکہ بعض کافر ہیں اور بعض گمراہ ہیں۔ہاں، وہابیہ کے یہاں یہ قانون ضرور ہے کہ جو اس کے مسلک سے خارج ہو، وہ کافر ہے، بلکہ اپنے ہم مسلک اور اپنے پیشواؤں کو بھی یہ لوگ کافر کہتے ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل رقم کی جائے گی اولاً وہابیہ کے نظریہ تکفیر کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے، تاکہ وہابیہ کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

وہابیہ کی تکفیر مومنین وقتل اہل اسلام

(1) علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے تحریر فرمایا: (**کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة–لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون–وان من خالف اعتقادهم مشرکون–واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علمائهم–حتی کسر اللّٰه تعالٰی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومأتین والف**)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص449)

ترجمہ: جیسا کہ ہمارے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کے پیروکاروں میں واقع ہوا۔جو لوگ نجد سے خروج کیے اور حرمین طیبین پر قابض ہو گیے اور یہ لوگ خود کو حنبلیوں کے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف یہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے عقائد کے خلاف ہوں، وہ سب مشرک ہیں اور اسی وجہ سے ان نجدیوں نے اہل سنت وجماعت اور ان کے علما کے قتل کو جائز سمجھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کو توڑ دیا اور ان کے شہروں کو ویران فرمادیا اور سال ۱۲۳۳ھ میں ان کے خلاف مسلمانوں کے لشکر کو فتح عطا فرمائی۔

سلطان ترکی کے حکم سے حاکم مصر محمد علی پاشا نے نجدیوں پر حملہ کیا۔محمد علی پاشا نے

نجدی دار الحکومت پر قبضہ کر کے نجدی بادشاہ کوترکی بھیج دیا، پھر وہاں اس کو قتل کر دیا گیا۔

(2) امام صاوی مالکی (۱۱۷۵ھ-۱۲۴۱ھ) نے آیت قرآنیہ (اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا) (سورہ فاطر: آیت 8) کی تفسیر میں نجد کے وہابیہ کو خوارج کا ایک فرقہ قرار دیا اور انہیں شیطانی فرقہ قرار دیتے ہوئے رقم فرمایا:

(هذه الأية نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة -ویستحلون بذلک دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد فی الآن فی نظائرهم-وهم فرقة بارض الحجاز-یقال لهم الوهابیة-یحسبون انهم علٰی شیء-الا انهم هم الکاذبون-استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر اللّٰه-اولٰئک حزب الشیطان-الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون- نسأل اللّٰه الکریم ان یقطع دابرهم) (حاشیۃ الصاوی علیٰ جلالین: جلد سوم: ص308)

ترجمہ: یہ آیت ان خارجیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معانی میں تحریف کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کی جان اور ان کے مال کو حلال قرار دیتے ہیں جیسا کہ ابھی ان کے مماثلین میں دیکھا جا رہا ہے اور یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہیں جنہیں ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ گمان کرتے ہیں یہ لوگ کسی دین پر ہیں۔ بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان ان پر غالب ہوا، پس انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ لوگ شیطان کی جماعت ہیں۔ جان لو کہ شیطان کی جماعت ہی نقصان والی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی نسل کو ختم فرما دے۔

(3) علامہ حبیب علوی بن احمد بن حسن بن قطب الارشاد عبد اللہ بن علوی حداد نے رقم فرمایا: **(ومن ذلک وهو اعظمها انه کان یکفر جمیع الناس من ست مأة سنة ومن لا یتبعه-وان کانوا من اتقی المتقین-فیسمیهم مشرکین**

ویستحل دمائهم واموالهم-ویثبت الایمان لکل من تبعه-وان کان من افسق الفاسقین) (مصباح الانام: (تاریخ تصنیف: ۱۲۱۶ھ) ص 5-استنبول: ترکی)

ترجمہ: نجدی کی گمرہیوں میں سے اور اس کی سب سے بڑی گمرہی ہے کہ وہ چھ سو سال کے تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتا تھا اور اس کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی پیروی نہ کرتا ہو، اگرچہ وہ متقیوں میں سب سے بڑھ کر ہو، پس وہ انہیں مشرک کہتا تھا اور مسلمانوں کا خون اور ان کے اموال کو حلال سمجھتا تھا اور اپنے ہر متبع کا ایمان ثابت کرتا تھا، اگرچہ وہ حد درجہ فاسق ہو۔

(4) علامہ سید احمد بن زینی دحلان (۱۲۳۲ھ-۱۳۰۴ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۸۶ء) نے رقم فرمایا: **(وکان یعتقد ان الاسلام منحصر فیه وفی من تبعه وان الخلق کلهم مشرکون)** (خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام: جلد دوم: ص 237-استنبول ترکی)

ترجمہ: ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) عقیدہ رکھتا تھا کہ اسلام اس میں اور اس کے متبعین میں منحصر ہے اور تمام مخلوق مشرک ہے۔

(5) علامہ سید احمد بن زینی دحلان (۱۲۳۲ھ-۱۳۰۴ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۸۶ء) نے رقم فرمایا: **(زعم محمد بن عبد الوهاب ان مراده بهذا المذهب الذی ابتدعه اخلاص التوحید والتبری من الشرک-وان الناس کانوا علیٰ شرک منذ ست مأة سنة-وانه جدد للناس دینهم-وحمل الأیات القرآنیة التی نزلت فی المشرکین علیٰ اهل التوحید)** (فتنۃ الوہابیہ: ص 4-استنبول: ترکی)

ترجمہ: محمد بن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے گمان کیا کہ اس ایجاد کردہ مذہب سے اس کا مقصد توحید کو خالص کرنا اور شرک سے بری ہونا ہے اور لوگ چھ سو سال سے شرک پر تھے اور اس (نجدی) نے لوگوں کے لیے دین کی تجدید کی اور نجدی نے مشرکین کے بارے میں وارد ہونے والی قرآنی آیات طیبہ کو مسلمانوں پر محمول کر دیا۔

(6) پروفیسر ابوزہرہ مصری نے لکھا:(ان الوهابية لم تقتصر على الدعوة المجردة-بل عمدت الٰی حمل السيف لمحاربة المخالفين لهم باعتبار انهم يحاربون البدع-وهی منكر تجب محاربته ويجب الاخذ بالامر بالمعروف والنهی عن المنكر) (تاریخ المذاہب الاسلامیہ:ص212)

ترجمہ: وہابیوں نے صرف دعوت پر انحصار نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے اپنے مخالفین سے جنگ کے لیے تلوار اٹھانے کا قصد کیا۔اس اعتبار سے کہ وہ بدعتوں سے جہاد کر رہے ہیں اور بدعتیں،منکر(شریعت میں ناپسندیدہ امر) ہیں،اس سے جہاد کرنا ضروری ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(8) علامہ سید احمد بن زینی دحلان (۱۲۳۲ھ-۱۳۰۴ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۸۶ء) نے رقم فرمایا:(وتمسك فی تكفير المسلمين بآيات نزلت فی المشركين فحملها على الموحدين-وقد روى البخاری عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما فی وصف الخوارج-انهم انطلقوا الٰی اٰيات نزلت فی الكفار فجعلوها فی المؤمنين-وفی رواية اخرٰی عن ابن عمر عند غير البخاری انه صلی الله عليه وسلم قال:اخوف ما اخاف علٰی امتی رجل متداول للقرآن يضعه فی غير موضعه-فهذا وما قبله صادق علٰی ابن عبد الوهاب)

(الدررالسنیہ:ص177-استنبول:ترکی)

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے لیے ان آیات مقدسہ سے استدلال کیا جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، پس ان آیات طیبہ کو مسلمانوں پر منطبق کر دیا۔امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خوارج کی صفت کے بارے میں روایت فرمایا کہ یہ لوگ ان آیتوں کی طرف گئے جو

کفار کے بارے میں نازل ہوئیں، پس ان لوگوں نے ان آیتوں کو مسلمانوں پر محمول کر دیا۔

امام بخاری کے علاوہ کے یہاں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اس آدمی کا ہے جو قرآن لیے پھرے گا اور اس کو غیر مقام میں رکھے گا، پس یہ حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث ابن عبد الوہاب نجدی پر صادق آتی ہے۔

ابن عبد الوہاب نجدی نے بھی مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور بھارت میں نجدی مذہب کا نمائندہ اور مبلغ اول اسماعیل دہلوی تھا۔ اس نے بھی مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔

اسماعیل دہلوی نے لکھا: ''پھر اللہ آپ ایک ایسی باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مر جاویں گے، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا''۔ (تقویۃ الایمان: ص26)

اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ) کے مذکورہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جتنے بھی اہل ایمان تھے، وہ سب دنیا سے جا چکے، کیوں کہ وہ ہوا چل چکی ہے۔

دہلوی یہ بھی سمجھ نہیں سکا کہ اس تشریح کے مطابق تو خود وہ بھی ایمان کے دائرہ سے خارج ہو گیا، نیز ہوا چلنے کے بعد صرف کافر ہی دنیا میں رہ جائیں گے، پھر دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھ کر کن لوگوں کی اصلاح کا ارادہ کیا؟ کیوں کہ اس ہوا کے بعد کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔ کہنے والے سچ کہا ہے: ع/ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے

اسماعیل دہلوی پر دیوبندیوں کا فتویٰ کفر

وہابیہ اپنے پیشواؤں کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ دیوبندیوں نے انجانے میں اسماعیل دہلوی پر بددین وملحد ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اسماعیل دہلوی نے ایضاح الحق میں لکھا تھا:

''تنزیہ او تعالیٰ از زمان ومکان وجہت ......و اثبات رویت بلاجہت ومحاذات

...... ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است ،اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد''۔(ایضاح الحق مع ترجمہ:ص35-مطبع فاروقی دہلی:سن طباعت ۱۲۹۷ھ)

ترجمہ:اللہ عزوجل کا زمان ومکان اور جہت سے منزہ ماننا اوراس کی رویت بلا جہت وبلا محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے ہے،اگر ایسے عقیدے والا اس کو عقائد دینیہ شمار کرے۔

اس عبارت پر علمائے دیوبند کا فتویٰ درج ذیل ہے:

سوال:کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان سے پاک اوراس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے:واللہ تعالیٰ اعلم۔بندہ رشید احمد(گنگوہی)

(2)الجواب صحیح:اشرف علی(تھانوی)عفی عنہ

(3)حق تعالیٰ کو زمان ومکان سے منزہ ماننا عقیدۂ اہل ایمان ہے۔اس کا انکار الحاد وزندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف وبے جہت ہوگا۔مخالف اس عقیدے کا بددین وملحد ہے۔ کتبہ:عزیز الرحمٰن عفی عنہ:مدرس اول(دیوبند)

(4)الجواب صحیح:بندہ محمد حسن عفی عنہ:مدرس اول دیوبند

(5)وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں:حررہ المسکین عبدالحق

(6)الجواب صحیح:محمود حسن:مدرس دوم مدرسہ شاہی(مرادآباد)

(7)ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے:ابوالوفا ثناءاللہ

جب رشید احمد گنگوہی سے دہلوی کی کتاب کا نام لے کر سوال کیا گیا کہ یہ قول اسماعیل دہلوی کا ہے،تب گنگوہی کا قلم دوسرا رخ اختیار کرلیا۔چہرہ دیکھ کر فتویٰ دینا دیوبندیوں کی شرعی خیانت ہے۔گنگوہی لکھتا ہے:''ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے۔کیا مضمون ہے اور کس

کی تالیف ہے؟ (فتاویٰ رشیدیہ:ص236-کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

نانوتوی پر دیوبندیوں کا فتویٰ کفر

دیوبندیوں نے قاسم نانوتوی کے ایک شعر پر کفر کا فتویٰ دیا۔ جب قائل کا علم ہوا تو فتویٰ سے مکر گئے۔ یہ ہے دیوبندیوں کی علمی خیانت۔ استفتا وفتویٰ مندرجہ ذیل ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلا دخواں نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا:

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش

تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب: یہ شعر پڑھنا حرام وکفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے، تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق اور سخت گنہ گار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

احمد حسن ۱۵:شوال ۱۳۶۹ھ (سنبھل)

(2) اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں: ظہورالدین سنبھلی

(3) کسی بے ہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بے وقوف اور بے ہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دین دار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہئے۔ سعید احمد (سنبھل)

(4) اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ وارث علی عفی عنہ (سنبھل)

(5) تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔

محمد ابراہیم عفی عنہ: مدرسۃ الشرع (سنبھل)

(6) شعر مذکور اگرچہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فر اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ شعر کا پہلا مصرعہ شرط ہے جو معنی میں ''اگر'' کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے، اس لیے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے، اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے، مگر شعر نعت رسول میں بہت گرا ہوا اور رکیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے، بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا، مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے۔ جب تک صحیح توجیہ اس کے کلام کی ہوسکتی ہے۔ اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہئے: واللہ اعلم۔

کتبہ: سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم (دیو بند) ۷-۲-۱۳۸۳ھ: جمعہ

قاسم نانوتوی کو آخر کار خود دیابنہ نے بھی کافر مان ہی لیا۔ جب ان کی کفری عبارت پر علمائے اہل سنت و جماعت نے فتویٰ دیا تھا تو دیو بندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا، لیکن ان لوگوں کی دیانت کا حال یہ ہے کہ قائل کا نام معلوم ہونے پر خود اپنا فتویٰ رد کر دیتے ہیں۔

یہ تو شخصیت پرستی ہے۔ دین داری کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بے گانے سب کے لیے یکساں حکم بیان کیا جائے، کیوں کہ شریعت اسلامیہ کا حکم یکساں ہوتا ہے، ورنہ قائل بھی توبہ نہ کر کے نقصان اٹھائے گا اور مفتی بھی عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ کفر کو ایمان کہنا بھی کفر ہی ہے۔

مہتمم دیو بند کے بائیکاٹ کا فتویٰ

ہفت روزہ اخبار دور جدید کی ہولناک سرخیاں

مہتمم دیوبند کے خلاف مفتی دیوبند کا فتویٰ

ملحد بے دین عیسائیت وقادیانیت کی روح

قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں، ان کا بائیکاٹ کیا جائے

امام الدین رام نگری دیوبندی نے اپنے ماہنامہ انوار اسلام ص ۷: ماہ فروری ۱۹۶۳ء کالم ۲: پر لکھا: ''یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں۔ دور جدید کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتا اور صدر مفتی دار العلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا نام ہے: ''اسلام اور مغربی تہذیب''۔

اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفتا کر کے مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعد ازاں مستفتی نے استفتا اور فتویٰ اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب کے ہیں، اخبار دعوت میں شائع کر دیا۔ وہ استفتا اور فتویٰ بحوالہ اخبار سہ روزہ دعوت بابت ۲۲: ستمبر ۱۹۶۲ء صفحہ اول یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین (فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا) کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔

اقتباس-۱: یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آ جاتا ہے کہ مریم عذرا کے سامنے جس شبیہ مبارکہ اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری، وہ شبیہ محمدی تھی۔ اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا اس شبیہ مبارکہ کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں، جب کہ اس

کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس-۲: پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک ہم بھی ہیں، مگر ابن اللہ مان کر نہیں، بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہو۔

اقتباس-۳: حضور تو بنی اسماعیل میں پیدا ہو کر کل انبیا کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیا کے خاتم کیے گئے جس میں ختم نبوت کے منصب میں یک گونہ مشابہت پیدا ہوگئی: الولد سر لابیہ

اقتباس-۴: بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خلقا و خلقا رتبا و مقاما ایسی ہی مناسبت ہے، جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیے۔

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت اور عدم صحت ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہل سنت و جماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب: جو اقتباسات سوال میں نقل کیے ہیں۔اس کا قائل قرآن عظیم کی آیات میں تحریف کر رہا ہے، بلکہ در پردہ آیات کی تکذیب اور انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تشریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔وہ شبیہہ محمدی نہ تھی۔آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ (ان مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون–کلمة القاها الٰی مریم وروح منه فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا(الٰی قوله تعالٰی)فقال انما انا رسول ربک لاهب لک غلاما زکیا–قال ربک

ھو علی ھین و لنجعلہ آیۃ للناس (**الی اخر الأیات**) **ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین**)) کے قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔

شخص مذکور ملحد و بے دین ہے۔ عیسائیت و قادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علیٰ رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے، نیز (**لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی ابن مریم**) (الحدیث) بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔

الحاصل یہ اقتباسات قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہئے، بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ جب تک توبہ نہ کرے: واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم (دیوبند)

اس فتویٰ کے بعد مفتی دیوبند مہدی حسن کو دیوبند کی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اسی طرح کا حادثہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ انور شاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز تھا، لیکن اس نے ختم نبوت کے مسئلہ میں قاسم نانوتوی کی مخالفت کی جس کے سبب اسے دیوبند چھوڑنا پڑا۔ انور شاہ کشمیری خود بھی افسوس کے ساتھ کہتا تھا کہ مجھے حق گوئی کے سبب دیوبند سے ڈابھیل آنا پڑا۔ دراصل دیوبندی مذہب میں شخصیت پرستی غالب ہے۔ دیابنہ شخصیت پرستی کے سبب ہی کفر و ضلالت میں مبتلا ہوئے۔

تلبیس پنجم

عبدالرحمٰن قاری ڈاکو یا صحابی؟

مذکورہ اشتہار دیوبند میں عبدالرحمٰن قاری سے متعلق مرقوم ہے:

''اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عبدالرحمٰن قاری کافر تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو قرأت سے قاری نہ سمجھا جائے، بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔قبیلہ بنی قارہ میں جو عبدالرحمٰن قاری ہیں، وہ یا تو صحابی ہیں یا تابعی ہیں''۔

دیوبندیوں نے ثبوت میں الملفوظ: حصہ دوم کی درج ذیل عبارت پیش کی ہے:

''ایک بار عبدالرحمٰن قاری اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا۔چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا''۔

جواب: دیوبندیوں کا اعتراض ہے کہ یہ عبدالرحمٰن صحابی ہے۔اعلیٰ حضرت نے اسے کافر کہہ دیا۔بہت پہلے دیوبندیوں نے یہ اعتراض کیا تھا۔اسی وقت سے ان سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ مذکورہ عبدالرحمٰن قاری اگر صحابی ہے تو ثبوت پیش کیا جائے،لیکن دیوبندیوں نے صوم سکوت رکھ لیا ہے۔دیابنہ امت مسلمہ کو فریب دینے کے لیے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کا نام پیش کرتے ہیں۔عبدالرحمٰن قاری اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری دو آدمی ہیں۔

عبدالرحمٰن قاری کا واقعہ اور اس کا قتل غزوۂ ذی القرد میں پیش آیا۔یہ غزوہ سال ۶ ھ میں واقع ہوا، جب کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی ولادت ۹ ھ میں ہوئی، پس یہ دونوں ایک نہیں۔کذب بیانی سے وہابیہ پر تنقیص الٰہی وتوہین نبوی کے سبب وارد ہونے والا حکم کفر ختم نہیں ہوسکتا ہے۔توبہ ورجوع سے کفر ختم ہوتا ہے، نہ کہ کذب بیانی سے۔

الملفوظ: حصہ دوم (ص178) میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔عبدالرحمٰن قاری غزوۂ ذات القرد کے موقع پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کو لے بھاگا اور نگہبان کو قتل کر دیا۔یہ ڈاکوؤں کا قافلہ تھا، نہ کہ صحابہ کرام کا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا عبدالرحمٰن قاری اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا اور کچھ کو قتل بھی کیا۔عبدالرحمٰن قاری کے ساتھیوں کی تعداد چار سو تھی اور حضرت

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا تھے، پھر بھی چار سولوگوں کا گروپ ان کے خوف سے بھا گا پھر رہا تھا۔ دوسرے دن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے اور اس عبدالرحمٰن قاری کو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

(الملفوظ: حصہ دوم: ص178- رضوی کتاب گھر دہلی)

دیابنہ اس عبدالرحمٰن قاری کو صحابی یا تابعی کہتے ہیں تو دیابنہ جواب دیں کہ کیا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحابی کو قتل کر دیا؟ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمٰن قاری کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا تو کیا انہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا؟

ایک نام کے کئی آدمی ہوسکتے ہیں۔ ان میں کوئی مومن ہوسکتا ہے اور کوئی کافر۔ اسی طرح کسی مقام پر اگر نام میں غلطی بھی نظر آئے تو اصل واقعہ کو دیکھ کر مسمی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ اب یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ جو صاحب واقعہ ہے، وہ مومن ہے یا کافر؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت: جلد دوم میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور اس کو ہجرت کے چھٹے سال کا واقعہ بتایا ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ عبدالرحمٰن قاری کے قتل کا واقعہ بھی بیان فرمایا ہے۔ اس واقعہ میں جو عبدالرحمٰن قاری ہے، وہ مومن یا صحابی نہیں، بلکہ کافر ہے۔ اسی کا ذکر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری دوسرے شخص ہیں۔ ان کا شمار تابعین میں ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری (۵۵۵ھ-۶۳۰ھ) نے ''الکامل فی التاریخ'' میں، ابن کثیر دمشقی نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں اور ابوجعفر طبری نے ''تاریخ الامم والملوک'' میں میں غزوہ ذی القرد کو ہجرت کے چھٹے سال کا واقعہ بتایا اور اس کا نام عبدالرحمٰن بن عیینہ بتایا۔ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے کچھ پہلے پیش آیا۔ امام ابن اثیر: عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۵۵ھ-۶۳۰ھ) نے ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' میں اس کا

مکمل نام ''عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری'' تحریر فرمایا ہے۔

یہ عبدالرحمٰن فزاری مشرکین میں سے تھا۔ صحیح مسلم کی روایت درج ذیل ہے۔

(حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ قَدِمْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم –وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً –وَعَلَيْهَا خَمْسُونَ شَاةً لَا تُرْوِيهَا– قَالَ: فَقَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى جَبَا الرَّكِيَّةِ فَإِمَّا دَعَا وَإِمَّا بَسَقَ فِيهَا– قَالَ: فَجَاشَتْ فَسَقَيْنَا وَاسْتَقَيْنَا–قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم دَعَانَا لِلْبَيْعَةِ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ–قَالَ فَبَايَعْتُهُ أَوَّلَ النَّاسِ ثُمَّ بَايَعَ وَبَايَعَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي وَسَطٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ: بَايِعْ يَا سَلَمَةُ–قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي أَوَّلِ النَّاسِ قَالَ: وَأَيْضًا–قَالَ: وَرَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَزِلًا–يَعْنِي لَيْسَ مَعَهُ سِلَاحٌ–قَالَ فَأَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَجَفَةً أَوْ دَرَقَةً ثُمَّ بَايَعَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ النَّاسِ قَالَ: أَلَا تُبَايِعُنِي يَا سَلَمَةُ.

قَالَ قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي أَوَّلِ النَّاسِ وَفِي أَوْسَطِ النَّاسِ قَالَ: وَأَيْضًا–قَالَ: فَبَايَعْتُهُ الثَّالِثَةَ ثُمَّ قَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ أَيْنَ حَجَفَتُكَ أَوْ دَرَقَتُكَ الَّتِي أَعْطَيْتُكَ–قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقِيَنِي عَمِّي عَامِرٌ عَزِلًا فَأَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَا–قَالَ: فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ: إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ اللَّهُمَّ أَبْغِنِي حَبِيبًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي–ثُمَّ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ رَاسَلُونَا الصُّلْحَ حَتَّى مَشَى بَعْضُنَا فِي بَعْضٍ وَاصْطَلَحْنَا.

قَالَ: وَكُنْتُ تَبِيعًا لِطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَسْقِي فَرَسَهُ وَأَحُسُّهُ وَأَخْدُمُهُ وَآكُلُ مِنْ طَعَامِهِ وَتَرَكْتُ أَهْلِي وَمَالِي مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ صلى الله

علیہ وسلم-قَالَ: فَلَمَّا اصْطَلَحْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ مَكَّةَ وَاخْتَلَطَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ أَتَيْتُ شَجَرَةً فَكَسَحْتُ شَوْكَهَا فَاضْطَجَعْتُ فِي أَصْلِهَا-قَالَ: فَأَتَانِي أَرْبَعَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَجَعَلُوا يَقَعُونَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-فَأَبْغَضْتُهُمْ فَتَحَوَّلْتُ إِلَى شَجَرَةٍ أُخْرَى وَعَلَّقُوا سِلَاحَهُمْ وَاضْطَجَعُوا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ نَادَى مُنَادٍ مِنْ أَسْفَلِ الْوَادِي-يَا لَلْمُهَاجِرِينَ قُتِلَ ابْنُ زُنَيْمٍ-قَالَ فَاخْتَرَطْتُ سَيْفِي ثُمَّ شَدَدْتُ عَلَى أُولٰئِكَ الْأَرْبَعَةِ وَهُمْ رُقُودٌ فَأَخَذْتُ سِلَاحَهُمْ-فَجَعَلْتُهُ ضِغْثًا فِي يَدِي قَالَ ثُمَّ قُلْتُ وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ لَا يَرْفَعُ أَحَدٌ مِنْكُمْ رَأْسَهُ إِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِي فِيهِ عَيْنَاهُ.

قَالَ ثُمَّ جِئْتُ بِهِمْ أَسُوقُهُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: وَجَاءَ عَمِّي عَامِرٌ بِرَجُلٍ مِنَ الْعَبَلَاتِ يُقَالُ لَهُ مِكْرَزٌ يَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-عَلَى فَرَسٍ مُجَفَّفٍ فِي سَبْعِينَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-فَقَالَ: دَعُوهُمْ يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاهُ-فَعَفَا عَنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-وَأَنْزَلَ اللَّهُ(وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ) الآيَةَ كُلَّهَا-قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا رَاجِعِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي لَحْيَانَ جَبَلٌ وَهُمُ الْمُشْرِكُونَ فَاسْتَغْفَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لِمَنْ رَقِيَ هَذَا الْجَبَلَ اللَّيْلَةَ كَأَنَّهُ طَلِيعَةٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابِهِ.

قَالَ سَلَمَةُ: فَرَقِيتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-بِظَهْرِهِ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم-وَأَنَا مَعَهُ وَخَرَجْتُ مَعَهُ بِفَرَسِ طَلْحَةَ أُنَدِّيهِ مَعَ الظَّهْرِ.

فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْفَزَارِيُّ قَدْ أَغَارَ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللَّهِ صلى اللّٰه عليه وسلم فَاسْتَاقَهُ أَجْمَعَ وَقَتَلَ رَاعِيَهُ—قَالَ فَقُلْتُ: يَا رَبَاحُ خُذْ هَذَا الْفَرَسَ فَأَبْلِغْهُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَخْبِرْ رَسُولَ اللَّهِ صلى اللّٰه عليه وسلم أَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَغَارُوا عَلٰى سَرْحِهِ.

قَالَ: ثُمَّ قُمْتُ عَلَى أَكَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِينَةَ فَنَادَيْتُ ثَلَاثًا يَا صَبَاحَاه— ثُمَّ خَرَجْتُ فِي آثَارِ الْقَوْمِ أَرْمِيهِمْ بِالنَّبْلِ وَأَرْتَجِزُ أَقُولُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمَ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَأَلْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَصُكُّ سَهْمًا فِي رَحْلِهِ حَتَّى خَلَصَ نَصْلُ السَّهْمِ إِلَى كَتِفِهِ—قَالَ: قُلْتُ خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَعْقِرُ بِهِمْ فَإِذَا رَجَعَ إِلَيَّ فَارِسٌ أَتَيْتُ شَجَرَةً فَجَلَسْتُ فِي أَصْلِهَا ثُمَّ رَمَيْتُهُ فَعَقَرْتُ بِهِ حَتَّى إِذَا تَضَايَقَ الْجَبَلُ فَدَخَلُوا فِي تَضَايُقِهِ عَلَوْتُ الْجَبَلَ فَجَعَلْتُ أُرَدِّيهِمْ بِالْحِجَارَةِ—قَالَ: فَمَا زِلْتُ كَذٰلِكَ أَتْبَعُهُمْ حَتَّى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيرٍ مِنْ ظَهْرِ رَسُولِ اللَّهِ صلى اللّٰه عليه وسلم—إِلَّا خَلَّفْتُهُ وَرَاءَ ظَهْرِي وَخَلَّوْا بَيْنِي وَبَيْنَهُ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ أَرْمِيهِمْ حَتَّى أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً وَثَلَاثِينَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّونَ وَلَا يَطْرَحُونَ شَيْئًا إِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ آرَامًا مِنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى اللّٰه عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ حَتَّى أَتَوْا مُتَضَايِقًا مِنْ ثَنِيَّةٍ فَإِذَا هُمْ قَدْ أَتَاهُمْ فُلَانُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ فَجَلَسُوا يَتَضَحَّوْنَ—يَعْنِي يَتَغَدَّوْنَ—وَجَلَسْتُ عَلٰى رَأْسِ قَرْنٍ.

قَالَ الْفَزَارِيُّ: مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى؟ قَالُوا: لَقِينَا مِنْ هَذَا الْبَرْحَ وَاللّٰهِ مَا فَارَقَنَا مُنْذُ غَلَسٍ يَرْمِينَا حَتَّى انْتَزَعَ كُلَّ شَيْءٍ فِي أَيْدِينَا—قَالَ: فَلْيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ أَرْبَعَةٌ—قَالَ: فَصَعِدَ إِلَيَّ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ فِي الْجَبَلِ—قَالَ: فَلَمَّا أَمْكَنُونِي مِنَ

الْكَلَامِ–قَالَ:قُلْتُ هَلْ تَعْرِفُونِى قَالُوا:لَا وَمَنْ أَنْتَ؟قَالَ قُلْتُ:أَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِى كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم–لَا أَطْلُبُ رَجُلًا مِنْكُمْ إِلَّا أَدْرَكْتُهُ وَلَا يَطْلُبُنِى رَجُلٌ مِنْكُمْ–فَيُدْرِكَنِى قَالَ أَحَدُهُمْ أَنَا أَظُنُّ . قَالَ:فَرَجَعُوا فَمَا بَرِحْتُ مَكَانِى حَتَّى رَأَيْتُ فَوَارِسَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ–قَالَ:فَإِذَا أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِىُّ عَلٰى إِثْرِهِ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِىُّ وَعَلٰى إِثْرِهِ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِىُّ.

قَالَ:فَأَخَذْتُ بِعِنَانِ الْأَخْرَمِ–قَالَ:فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ قُلْتُ:يَا أَخْرَمُ احْذَرْهُمْ لَا يَقْتَطِعُوكَ حَتَّى يَلْحَقَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ–قَالَ:يَا سَلَمَةُ! إِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتَعْلَمُ أَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ فَلَا تَحُلْ بَيْنِى وَبَيْنَ الشَّهَادَةِ–قَالَ فَخَلَّيْتُهُ فَالْتَقَى هُوَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ–قَالَ:فَعَقَرَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ فَرَسَهُ وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَتَلَهُ وَتَحَوَّلَ عَلٰى فَرَسِهِ–وَلَحِقَ أَبُو قَتَادَةَ فَارِسُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ–فَوَالَّذِى كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم لَتَبِعْتُهُمْ أَعْدُو عَلَى رِجْلَىَّ حَتَّى مَا أَرَى وَرَائِى مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم–وَلَا غُبَارِهِمْ شَيْئًا حَتَّى يَعْدِلُوا قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى شِعْبٍ فِيهِ مَاءٌ يُقَالُ لَهُ ذُو قَرَدٍ لِيَشْرَبُوا مِنْهُ وَهُمْ عِطَاشٌ.

قَالَ:فَنَظَرُوا إِلَىَّ أَعْدُو وَرَائَهُمْ فَحَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ–يَعْنِى أَجْلَيْتُهُمْ عَنْهُ– فَمَا ذَاقُوا مِنْهُ قَطْرَةً–قَالَ:وَيَخْرُجُونَ فَيَشْتَدُّونَ فِى ثَنِيَّةٍ–قَالَ:فَأَعْدُو فَأَلْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَصُكُّهُ بِسَهْمٍ فِى نُغْضِ كَتِفِهِ–قَالَ قُلْتُ:خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمَ يَوْمُ الرُّضَّعِ–قَالَ:يَا ثَكِلَتْهُ أُمُّهُ أَكْوَعُهُ بُكْرَةَ–قَالَ قُلْتُ:نَعَمْ يَا عَدُوَّ

نَفْسِهِ أَكْوَعُكَ بُكْرَةَ–قَالَ:وَأَرْدَوْا فَرَسَيْنِ عَلَى ثَنِيَّةٍ قَالَ فَجِئْتُ بِهِمَا أَسُوقُهُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ:وَلَحِقَنِي عَامِرٌ بِسَطِيحَةٍ فِيهَا مَذْقَةٌ مِنْ لَبَنٍ وَسَطِيحَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَتَوَضَّأْتُ وَشَرِبْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِى حَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَخَذَ تِلْكَ الإِبِلَ وَكُلَّ شَيْءٍ اسْتَنْقَذْتُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَكُلَّ رُمْحٍ وَبُرْدَةٍ وَإِذَا بِلَالٌ نَحَرَ نَاقَةً مِنَ الإِبِلِ الَّذِى اسْتَنْقَذْتُ مِنَ الْقَوْمِ–وَإِذَا هُوَ يَشْوِى لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ كَبِدِهَا وَسَنَامِهَا.

قَالَ:قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ!خَلِّنِي فَأَنْتَخِبُ مِنَ الْقَوْمِ مِائَةَ رَجُلٍ فَأَتَّبِعُ الْقَوْمَ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ مُخْبِرٌ إِلَّا قَتَلْتُهُ–قَالَ:فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فِي ضَوْءِ النَّارِ فَقَالَ:يَا سَلَمَةُ!أَتُرَاكَ كُنْتَ فَاعِلًا؟قُلْتُ:نَعَمْ وَالَّذِى أَكْرَمَكَ–فَقَالَ:إِنَّهُمُ الآنَ لَيُقْرَوْنَ فِي أَرْضِ غَطَفَانَ–قَالَ:فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ غَطَفَانَ–فَقَالَ:نَحَرَ لَهُمْ فُلَانٌ جَزُورًا فَلَمَّا كَشَفُوا جِلْدَهَا رَأَوْا غُبَارًا فَقَالُوا:أَتَاكُمُ الْقَوْمُ فَخَرَجُوا هَارِبِينَ.

فَلَمَّا أَصْبَحْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم:كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ وَخَيْرَ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ–قَالَ:ثُمَّ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سَهْمَيْنِ سَهْمُ الْفَارِسِ وَسَهْمُ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِي جَمِيعًا–ثُمَّ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَرَائَهُ عَلَى الْعَضْبَاءِ رَاجِعِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ:الحديث)(صحیح مسلم:باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا)

منقولہ بالا روایت میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن فزاری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر بھجوائی کہ مشرکین نے مویشیوں پر حملہ کر دیا ہے۔اگر یہ عبد الرحمٰن مشرک نہ ہوتا تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو مشرک کیسے کہتے۔روایت مذکورہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

(وَأَخْبـرُ رَسُـولَ الـلَّهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم أَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَغَارُوا عَلَى سَرْحِهِ) (صحیح مسلم: باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا)

حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری تابعی

محدث وفقیہ ابن عبد البر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق رقم فرمایا: **(عبـد الـرحـمٰن بن عبد القاری: و الـقارة هم بنو الهون بن خزيمة اخو اسد و كنانة–ولد علٰى عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم–ليس له منه سماع–ولا عنه رواية)**

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: جلد اول: ص253)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری: قبیلہ قارہ، یہ لوگ ہون بن خزیمہ کی اولاد ہیں۔ہون بن خزیمہ اسد بن خزیمہ وکنانہ بن خزیمہ کا بھائی ہے۔حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے۔ انہیں حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ سماعت حاصل ہے، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (ان کی) کوئی روایت ہے۔

(وهو من جلة تابعى المدينة وعلمائها–توفى سنة احدى وثمانين–و هو ابن ثمان وسبعين سنة) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: جلد اول: ص253)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری مدینہ منورہ کے بزرگ تابعین اور علما میں سے ہیں۔ان کی وفات سال ۸۱ھ میں ہوئی۔یہ اس وقت اٹھتر سال کے تھے۔

مفتی دیوبند محمود دیوبندی نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے متعلق لکھا:

''اصطلاح محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں، بلکہ مدینہ کے تابعین میں داخل ہیں''۔

(فتاویٰ دیوبند:فتویٰ نمبر 648:ب محررہ بروز اتوار بتاریخ ۱۶-۸-۸۷)

عبدالرحمٰن قاری کا واقعہ اور اس کا قتل غزوۂ ذی القرد میں پیش آیا۔ یہ غزوہ سال ۶ھ میں واقع ہوا، جب کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی ولادت ۹ھ میں ہوئی، پس یہ دونوں ایک نہیں۔عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی پیدائش سے تین سال قبل ہی عبدالرحمٰن قاری کا قتل ہو چکا تھا، پھر دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔اسی کو عبدالرحمٰن فزاری بھی کہا جاتا ہے۔

دیوبند کا نیا دین

رشید احمد گنگوہی نے لکھا:''جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے، وہ ملعون ہے اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا''۔(فتاویٰ رشیدیہ:ص 131)

گنگوہی کے قول سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کو کافر کہنے والا اہل سنت وجماعت ہی میں سے ہے۔گنگوہی نے منقولہ بالا فتویٰ میں مکفر صحابہ کو ملعون قرار دیا اور دوسرے فتویٰ میں لکھا:

''جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جائے، اس پر لعنت کرنا نہیں چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے''۔(فتاویٰ رشیدیہ:ص 39)

منقولہ بالا فتویٰ میں ہے کہ صرف اس پر لعنت کرنا چاہئے کہ کفر پر جس کی موت متحقق ہو جائے، ورنہ لعنت پلٹ سکتی ہے، پھر گنگوہی کا مکفر صحابہ کو ملعون کہنا غلط ہے، جب تک کہ کفر پر اس کی موت ثابت نہ ہو جائے، پس گنگوہی کے قول میں تضاد ہے۔دفع تضاد کی ذمہ داری دیوبندیوں پر عائد ہوتی ہے، کیوں کہ رشید احمد گنگوہی فرقہ دیوبندیہ کا مجتہد مطلق ہے۔

اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ تاویل فاسد کے سبب مسلمان کو کافر کہنے والا کافر فقہی ہے اور مذہب اسلام کو باطل مذہب مان کر مسلمان کو کافر کہنے والا کافر کلامی ہے۔

تلبیس ششم

کیا قرآن مجید محفوظ نہیں؟

دیوبندیوں نے امت مسلمہ کو یہ فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت و جماعت قرآن مقدس کو محفوظ نہیں مانتے ہیں جس طرح روافض قرآن عظیم کو محفوظ نہیں مانتے ہیں۔

روافض کا عقیدہ ہے کہ قرآن مقدس کے کچھ پارے غائب ہیں، ویسا ہی اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے، حالاں کہ اہل سنت روافض کے اس باطل اعتقاد کا رد کرتے ہیں۔

اشتہار دیوبند میں لکھا ہے: ''اعلیٰ حضرت بریلوی خود یہ فرماتے ہیں۔ان کے ملفوظ کے بعینہ الفاظ درج ذیل ہیں: قرآن عزیز کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا، اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں، لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور۔ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے: (ثم ان علینا بیانہ) اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو: الا ماشاء اللہ۔ (الملفوظ: حصہ سوم: ص8-9)

اس عبارت کی تشریح اشتہار دیوبند میں ان الفاظ میں ہے: ''قرآن حکیم میں خطاب بلاواسطہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ آیات کے معنی نہ سمجھنا یا بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، کیوں کہ بعض آیتوں کا بھول جانا آپ کے لیے ممکن ہے اور معانی کا سمجھنا بھی ضروری نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی کوئی توہین ہوسکتی ہے؟

جواب: پہلے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ملفوظ پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ قول درحقیقت قرآن وحدیث کا خلاصہ ہے۔ واضح رہے کہ ہر مخلوق یعنی ہر ممکن اپنی تمام حرکات وسکنات میں رب تعالیٰ کا محتاج ہے۔ غیر محتاج صرف اللہ تعالیٰ ہے جو واجب الوجود ہے۔

حضوراقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں قرآن مجید ناطق ہوا:

(وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى: :اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى) (سورہ نجم: آیت 3-4)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں، مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

حضوراقدس حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وحی الٰہی ہے، اسی لیے احادیث نبویہ کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اور احادیث نبویہ درحقیقت قرآن مقدس کی تفسیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن عظیم کی تفسیر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی۔

قرآن کے معانی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور یہ بات روز روشن سے زیادہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں اور نبیوں سے کلام فرماتا ہے۔ اس کا واضح مفہوم ہے کہ قرآن مقدس کے معانی اللہ تعالیٰ نے حضوراقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان فرمائے اور پھر حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے بندوں تک وہ معانی پہنچے، جیسے تمام احکام الٰہیہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے ہی بندوں کو معلوم ہوئے۔

منقوشہ ذیل آیات مقدسہ میں ہے کہ قرآن کے معانی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے، یعنی اپنے رسول حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مقدس کے معانی کا علم عطا فرماتا ہے۔

(1) ارشاد الٰہی ہے: (اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ: :فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ: :ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ) (سورہ قیامہ: آیت 17-18-19)

ترجمہ: بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں، اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو، پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ (کنزالایمان)

(2)(کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ آیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ)

(سورہ ہود: آیت 1)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں، پھر تفصیل کی گئی حکمت والے خبردار کی طرف سے۔ (کنزالایمان)

(3)(یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ) (سورہ یونس: آیت 5)

ترجمہ: نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لیے۔ (کنزالایمان)

منقوشہ بالا آیات طیبہ سے معلوم ہوگیا کہ قرآن مجید کے معانی رب تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن عظیم نازل فرمایا، ان کو قرآن مقدس کے معانی کا علم بھی عطا فرمایا، پس ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اقدس معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مقدس کی تفسیر عطا فرمائی گئی ہے اور حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بندگان الٰہی سے قرآن مقدس کی تفسیر بیان فرمائیں گے۔ ایسا نہیں کہ ہر کوئی اپنے دل سے قرآن کا معنی گڑھ لے۔ تفسیر بالرائے حرام ہے۔

(1) ارشاد الٰہی ہے: (وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ)

(سورہ نحل: آیت 44)

ترجمہ: اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا۔ (کنزالایمان)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ سے واضح ہے کہ قرآن مقدس کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائیں گے، ورنہ ہر کوئی اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کی تفسیر کر لے گا۔

(2)(وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ)

(سورہ نحل: آیت 64)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری، مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کر دو جس بات میں اختلاف کریں۔ (کنز الایمان)

کسی دینی بات یا کسی حکم خداوندی میں لوگ اختلاف کریں تو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بیان فرمائیں، وہی بات صحیح ہے۔ اسی بات پر عمل کیا جائے گا۔

(3)(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وُيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ)(سورہ بقرہ: آیت 129)

ترجمہ: اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے۔ بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ (کنز الایمان)

یہ خلیل کبریا شیخ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے، یعنی مبعوث فرمودہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیں گے۔ ایسا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب بندگان خدا کو سپرد فرما دیں گے اور بندے خود سے وحی الٰہی کے معانی سمجھ لیں گے، بلکہ کتاب خداوندی اللہ تعالیٰ کے مبعوث فرمودہ رسول و نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوتی ہے اور وہی اس کتاب کے معانی بیان فرماتے ہیں، ورنہ ہر کوئی اپنی سمجھ سے کچھ بھی بیان کر دے گا۔ ایسی صورت میں بندے ہدایت کی بجائے ضلالت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

وہابیوں کی گمرہی کا اہم سبب یہ بھی ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی (١١١٥ھ-١٢٠٦ھ) نے کتاب التوحید میں اور دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھ مارا کہ قرآن آسان کتاب ہے، پس وہابیہ خود سے قرآن مقدس کی تفسیر بیان کرنے لگے، حالاں کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ) (سورہ عنکبوت: آیت 43)(اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں سمجھتے مگر علم والے)(کنز

الایمان) جب لاعلم لوگ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالیں نہیں سمجھ پاتے تو ہر کوئی تمام قرآن مجید کو کیسے سمجھ سکتا ہے، اسی لیے احادیث نبویہ میں تفسیر بالرائے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

بعض آیات قرآنیہ کی منسوخی

قرآن مقدس کی بعض آیات طیبہ منسوخ ہوگئیں اوران کے احکام باقی رہے اور بعض آیات مقدسہ کے احکام منسوخ ہوگئے اورآیات کریمہ باقی رہیں۔بعض آیات مقدسہ بھی منسوخ ہوگئیں اوران کے احکام بھی منسوخ ہوگئے، پس نسخ کی تین صورتیں ہیں۔

(1) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے رقم فرمایا: (**النسخ فی القرآن علیٰ ثلاثة اضرب–احدها ما نسخ تلاوته وحکمه معًا**)

(الاتقان فی علوم القرآن: جلد دوم: ص58)

ترجمہ: قرآن مجید میں نسخ (منسوخ ہونے) کی تین قسمیں ہیں:

ان میں پہلی قسم یہ ہے کہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے ہوں۔

(2) (**الضرب الثانی ما نسخ حکمه دون تلاوته**)

(الاتقان فی علوم القرآن: جلد دوم: ص58)

ترجمہ: نسخ کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا حکم منسوخ ہوگیا ہو، اور اس کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی ہو۔

(3) (**الضرب الثالث ما نسخ تلاوته دون حکمه**)

(الاتقان فی علوم القرآن: جلد دوم: ص66)

ترجمہ: نسخ کی تیسری قسم یہ ہے کہ جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہو، اور حکم منسوخ نہ ہوا ہو۔

(1) ارشاد الٰہی ہے: (**وَمَا نُنْسِخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا**)

(سورہ بقرہ: آیت106)

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ (کنزالایمان)

(2) (سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی: اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ) (سورہ اعلیٰ: آیت 7-6)

ترجمہ: اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے، مگر جو اللہ چاہے۔ (کنزالایمان)

قرآن مقدس کی منقوشہ بالا آیات مقدسہ سے معلوم ہو گیا کہ آیات قرآنیہ کا نسخ بطریق نسیان بھی ہوتا ہے۔ منقوشہ بالا آیات طیبہ کی تفاسیر مرقومہ ذیل ہیں:

(1) ((سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللّٰہ) فان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُسِیَ آیات من القرآن لیس بحلال ولا حرام–ثم قال لہ جبرئیل انہ لم ینزل علٰی نبی قبلک الا نسی والا رفع بعضہ)

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور: جلد 15: ص 365)

ترجمہ: (اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے، مگر جو اللہ چاہے) حضور اقدس رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مقدس کی بعض آیتیں بھلا دی گئیں جو حلال وحرام سے متعلق نہ تھیں، پھر حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام والسلام پر جو نازل کیا گیا، اس میں سے بعض بھلا دیا گیا اور بعض اٹھالیا گیا۔

(2) ((سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللّٰہ) یقول: الا ما شئت انا فانسیک) (الدرالمنثور: جلد 15: ص 366)

ترجمہ: (اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے، مگر جو اللہ چاہے) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مگر جو میں چاہوں گا، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھلا دوں گا۔

(3) ((فلا تنسی الاما شاء اللّٰہ) فَاَخْبَرَ اَنَّہٗ یُنْسِیْ نَبِیَّہٗ مِنْہُ مَا شَاءَ)

(تفسیر طبری: جلد دوم: ص 99)

ترجمہ: (اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے، مگر جو اللہ چاہے) پس اللہ تعالیٰ نے خبر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس میں سے اپنے نبی علیہ السلام کے لیے بھلا دے گا جو وہ چاہے۔

(4)(عن ابن عباس قال: کان مما ینزل علی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الوحی باللیل وینساہ بالنہار فانزل اللّٰہ: (وَمَا نُنْسِخُ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا)) (الدر المنثور: جلد اول: ص 541)

ترجمہ: مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا:

حضور اقدس سرور دو جہاں پر رات کو وحی نازل ہوتی اور دن میں حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے بھول جاتے، پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے نازل فرمایا: (جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے)

(5)(اخرج ابو داؤد وابن جریر عن ابی العالیۃ قال: یقولون: (وَمَا نُنْسِخُ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا) کان اللّٰہ انزل امورًا من القرآن ثم رفعها فقال: (نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا)) (الدر المنثور: جلد اول: ص 545)

ترجمہ: امام ابو داؤد اور امام محمد بن جریر طبری نے ابو العالیہ سے روایت کی۔ حضرت ابو العالیہ نے بیان کیا: علما بیان کرتے ہیں کہ (ارشاد الٰہی) (جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں) اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم سے چند امور نازل فرمایا، پھر انہیں اٹھا لیا، پس ارشاد فرمایا: (تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے)

(6)(عَنْ قَتَادَۃَ قَوْلُہٗ: (مَا نُنْسِخُ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا) کَانَ یُنْسَخُ الْاٰیَۃُ بِالْاٰیَۃِ بَعْدَہٗ وَیَقْرَأُ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰیَۃَ اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ ثُمَّ تُنْسٰی وَتُرْفَعُ) (تفسیر الطبری: جلد دوم: ص 391)

ترجمہ:حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشادالٰہی (جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے) آیت بعد والی آیت کے ذریعہ منسوخ کردی جاتی اور حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیت یا اس سے زیادہ تلاوت فرماتے ،پھر وہ بھلادی جاتی اور اٹھالی جاتی۔

(7) محدث شہیر ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:

(والمنسوخ انواع–منها التلاوة والحكم معًا وهوما نسخ من القرآن فی حیاة الرسول صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بالانساء–حتی روی ان سورة الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة–منها الحكم دون التلاوة كقوله تعالٰی: (لكم دينكم ولی دين)–ومنها التلاوة دون الحكم كاٰية الرجم)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: جلداول:ص215)

ترجمہ:منسوخ کی چند قسمیں ہیں:(1) ان قسموں میں سے ایک وہ ہے کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں اور یہ وہ ہے جو قرآن مجید سے حیات نبوی میں بھلادیئے جانے کے ذریعہ منسوخ ہو گیا، یہاں تک کہ روایت آئی کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھا۔

(2) ان میں سے ایک قسم وہ ہے کہ حکم منسوخ ہو، نہ کہ تلاوت جیسے ارشاد باری تعالیٰ:

(لكم دينكم ولی دين)

(3) ان میں سے ایک قسم وہ ہے کہ تلاوت منسوخ ہو، نہ کہ حکم جیسے آیت رجم۔

جواب کی توضیح

اشتہار دیوبند میں ہے:''قرآن حکیم میں خطاب بلاواسطہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔آیات کے معنی نہ سمجھنا یا بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، کیوں کہ بعض آیتوں کا

بھول جانا آپ کے لیے ممکن ہے اور معانی کا سمجھنا بھی ضروری نہیں۔کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی کوئی توہین ہوسکتی ہے؟

اب ایک بار پھر دیوبندی عبارت پڑھ لیں اور دیکھیں کہ اس میں قرآن مجید کا صریح انکار ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں ہے کہ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض آیات طیبہ بھلا دی گئیں اور دیابنہ نے امکان نسیان کو توہین قرار دیا۔گویا بذریعہ نسیان رب تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی، پس بقول دیابنہ رب تعالیٰ پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ اسی طرح تمام مفسرین ومسلمین امکان نسیان مانتے ہیں۔کیا تمام مومنین کافر ہیں؟

وہابیہ کا اعتراض ہے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قرآن کے ''معانی کا سمجھنا بھی ضروری نہیں''۔

حالاں کہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسا نہیں کہا، بلکہ آپ نے کہا:

''لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور، نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے:(**ثم ان علینا بیانه**)''۔(الملفوظ:حصہ سوم:ص8-9)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے بتانے سے قبل تفسیر قرآن کا علم ضروری نہیں۔جب حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کا علم رب تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو آیت نازل ہوجانے کے بعد رب تعالیٰ اس کی تفسیر کو بیان فرمائے گا اور یہ ممکن ہے کہ تفسیر بیان کرنے میں کچھ تاخیر ہوجائے۔ہاں، تفسیر بیان ضرور کی جائے گی۔

ارشاد الٰہی ہے:(**اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ::فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ::ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ**)(سورہ قیامہ:آیت17-18-19)

ترجمہ:بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں، اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو، پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا

ہمارے ذمہ ہے۔(کنزالایمان)

منقوشہ بالا آیات مقدسہ میں صراحت ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں نازل شدہ آیتوں کے محفوظ ومستقر ہوجانے کے بعدان آیتوں کی تفسیر کا علم عطافرمایاجاتا۔(ثم) کالفظ اسی کوواضح کرتاہے۔بیان تفسیر میں تاخیر کاامکان ہے۔

اعلام الٰہی وبیان خداوندی کے بعدحضوراقدس تاجدارکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیےتفسیر قرآن کےعلم سے وہ شخص کیوں انکارکرے گا جوحضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوعالم ماکان ومایکون مانتاہو۔جس نےحضوراقدس حبیب کبریاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت(وھوبکل شیٔ علیم)کی تشریح میں ’’الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ‘‘ جیسی وقیع وضخیم کتاب تصنیف کی ہو،اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےعلم بالقرآن پر’’انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیٔ‘‘تحریرفرماکرعلم نبوی کاتفصیلی ذکرکیاہو۔

(لا ادری ما یفعل بی ولا بکم) کابھی یہی مفہوم ہے کہ بلااعلام الٰہی مجھےعلم نہیں ۔یہاں من کل الوجوہ علم کی نفی مرادنہیں۔دیوبندی دھرم میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے من کل الوجوہ علم کی نفی کی جاتی ہے،جیسا کہ اسماعیل دہلوی نےتقویۃ الایمان میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سےذاتی وعطائی ہرقسم کےعلم کی نفی کی ہے۔

الحاصل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جوبیان کیا،اس کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے۔ایسی صورت میں دیوبندیوں کااعتراض بالکل لغواورباطل ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نےقرآن کی جوتفسیر بیان فرمائی،وہ تمام القائے الٰہی ہیں۔ایسی صورت میں یہ امکان موجود ہے کہ کبھی آیات مقدسہ نازل ہوجائیں اورتفسیر کے القامیں کچھ تاخیرہوجائے۔ہاں،حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوقرآن مجید کی تمام آیات طیبہ کی تفسیر کاعلم عطافرمایاگیا،یہاں تک کہ آیات متشابہات کابھی علم عطافرمایاگیا۔

ہم صرف رب تعالیٰ کی جانب سے بیان تفسیر میں تاخیر کے امکان کے قائل ہیں۔ہم عدم بیان تفسیر کے ہرگز قائل نہیں اور جب دیر یا سویر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تفسیر کا بیان ہو گیا تو پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کی تفسیر سے واقف وآشنا ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفسیر قرآن وحی الٰہی ہے۔اب جس وقت تفسیر بیان کرنے والی وحی کا القا ہوا،ہم اسی وقت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں اس تفسیر قرآنی کے علم کے قائل ہیں۔اس القا سے قبل یہ کہتے ہیں کہ اب تک من جانب اللہ اس کا علم عطا نہیں فرمایا گیا اور عن قریب اس کا علم عطا فرمایا جائے گا۔ہم لاعلم،بے خبر یا کوئی ایسا لفظ ہرگز استعمال نہیں کرتے جو شان رسالت کے موافق ومناسب نہ ہو۔

وحی الٰہی کی دو قسم

ارشاد الٰہی (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی::اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی) کی تشریح درج ذیل ہے۔قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث نبوی وحی غیر متلو ہے۔نماز میں حدیث نبوی کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے۔''متلو''اسے کہا جاتا ہے جس کی تلاوت کی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:(الا انی اوتیت الکتاب و مثله معه) (سنن ابی داؤد،مسند احمد بن حنبل،المعجم الکبیر للطبرانی،معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی)

ترجمہ:آگاہ رہو،مجھے کتاب عطا فرمائی گئی اور اسی کے ساتھ اسی کی مثل عطا فرمائی گئی۔

امام ابو سلیمان خطابی نے حدیث مذکور کی شرح میں رقم فرمایا:(قوله(أوتيت الكتاب ومثله معه)يحتمل وجهين من التأويل:أحدهما أن يكون معناه أنه أوتى من الوحى الباطن غير المتلو مثل ما أعطى من الظاهر المتلو-ويحتمل أن يكون معناه أنه أوتى الكتاب وحياً يتلى-وأوتى من البيان أى أذن له أن يبين ما فى الكتاب ويعم ويخص وأن يزيد عليه فيشرع ما ليس له فى

الکتاب ذکر فیکون ذلک فی وجوب الحکم ولزوم العمل بہ کالظاھر المتلو من القرآن) (معالم السنن شرح سنن ابی داؤد: جلدسوم:ص134-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ارشاد نبوی (مجھے کتاب عطا فرئی گئی اور اسی کے ساتھ اسی کی مثل عطا فرمائی گئی) دوقسم کی تاویل کا احتمال رکھتا ہے: (1) ان میں سے ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمودہ وحی ظاہر متلو کی طرح وحی باطن غیر متلو عطا فرمائی گئی۔

(2) اور اس کا احتمال ہے کہ اس ارشاد نبوی کا معنی ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے طور پر کتاب اللہ عطا فرمائی گئی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور بیان عطا فرمایا گیا، یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجازت عطا فرمائی گئی کہ جو کتاب اللہ میں ہے، اسے بیان فرمائیں اور تعمیم وتخصیص فرمائیں اور اس پر اضافہ فرمائیں، پس وہ امر مشروع ہوجائے گا جس کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے، پس وہ بیان حکم کے واجب ہونے اور اس پر عمل کے لازم ہونے میں وحی ظاہر متلو یعنی قرآن مقدس کی طرح ہوگا۔

محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے وحی کی تعریف میں رقم فرمایا:

(فی اصطلاح الشریعۃ:ھو کلام اللّٰہ المنزل علٰی نبی من أنبیائہ)

(عمدۃ القاری شرح البخاری: جلداول:ص35-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: وحی شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی علیہ السلام پر نازل کیا گیا ہو۔

قرآن مقدس وحی متلو ہے اور حدیث نبوی وحی غیر متلو ہے۔امت مسلمہ کو دونوں وحی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ۔ وحی متلو یعنی قرآن عظیم کی روایت بالمعنی نہیں ہوئی، بلکہ جو کلمات وحروف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائے، انہیں کلمات وحروف کی روایت کی گئی اور نمازوں میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

وحی غیر متلو یعنی حدیث نبوی کی روایت بالمعنی بھی ہوئی ہے اور نمازوں میں اس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے، نیز عہد نبوی میں مکمل قرآن مجید لکھ کر محفوظ کر لیا گیا۔متعدد صحابہ کرام کاتب وحی تھے۔عہد صدیقی میں بھی قرآن عظیم کے نسخے رقم کیے گئے۔عہد عثمانی میں بھی نسخے رقم کیے گئے اور مختلف بلاد وامصار میں بھیجے گئے۔احادیث نبویہ کی باضابطہ کتابت کا سلسلہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ(م ۱۰۱ھ) کے حکم پر شروع ہوا،گرچہ عہد رسالت میں بھی بعض حدیثیں رقم کی گئی تھیں،لیکن تمام حدیثیں رقم نہیں کی گئی تھیں۔

وحی کی دو قسم ہے:(1)وحی متلو (2)وحی غیر متلو۔وحی متلو قرآن مقدس ہے اور احادیث طیبہ وحی غیر متلو ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین وشریعت سے متعلق جو کچھ بیان فرمایا،وہ تمام وحی الٰہی ہیں،خواہ وہ وحی متلو ہوں،یا وحی غیر متلو۔

وحی متلو کی تفسیر کبھی وحی متلو کی صورت میں آئی ہے جسے تفسیر القرآن بالقرآن کا نام دیا گیا ہے۔کبھی وحی متلو کی تفسیر وحی غیر متلو کی صورت میں القا ہوئی۔اگر حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے امت کے سامنے بیان فرمایا تو اسے حدیث کا نام دیا گیا۔

تمام وحی غیر متلو بیان نہیں کی گئی۔بہت سے علوم جو امت کے حال کے موافق نہ تھے، وہ بیان نہیں کیے گئے۔یہ نبوت کے ساتھ مخصوص علوم ہیں۔

قرآن عظیم وحی متلو ہے۔مکمل قرآن مقدس امت مسلمہ کو عطا کیا گیا۔اکثر آیات قرآنیہ کے معانی امت مسلمہ کو بتائے گئے جیسے محکم آیات مقدسہ کے معانی اور بعض آیات طیبہ پر صرف ایمان کا حکم دیا گیا،ان کے معانی امت کو نہیں بتائے گئے جیسے آیات متشابہات۔

قرآن مقدس کی تفسیر کا علم

قرآن مجید کی ہر آیت کے بہت سے معانی ہیں۔ہر شخص عطائے خداوندی اور اپنی قوت واستعداد کے مطابق ان معانی سے واقف ہوتا ہے۔اس کی تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

(1) امام جلال الدین سیوطی نے رقم فرمایا: (اخرج سعید بن منصور عن ابن مسعود قال: من اراد العلم فعلیه بالقراٰن - فان فیه خبر الاولین والاٰخرین - قال البیهقی: یعنی اصول العلم - اخرج البیهقی عن الحسن قال: انزل اللّٰه مأة و اربع کتب اودع علومها اربعة منها - التوراة والانجیل والزبور والفرقان - ثم اودع علوم الثلاثة الفرقان.

وقال الامام الشافعی رضی اللّٰه تعالٰی عنه: جمیع ما تقوله الامة، شرح للسنة - وجمیع السنة شرح للقراٰن - وقال ایضًا: جمیع ما حکم به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فهو مما فهمه من القراٰن.

قلت: ویؤید هذا قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: (انی لا احل الا ما احل اللّٰه - ولا احرم الا ما حرم اللّٰه فی کتابه) (جامع الترمذی وسنن ابن ماجة)

وقال سعید بن جبیر رضی اللّٰه عنه: ما بلغنی حدیث عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علٰی وجهه الا وجدتُ مصداقه فی کتاب اللّٰه - وقال ابن مسعود رضی اللّٰه عنه: اذا حدثتکم بحدیث، انبأتکم بتصدیقه من کتاب اللّٰه تعالٰی) (الاتقان فی علوم القراٰن: ص725)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو علم کا ارادہ کرے تو وہ قرآن عظیم کو اختیار کرے، اس لیے کہ قرآن مجید میں اولین وآخرین کی خبر (علم) ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ (قرآن میں) علم کے اصول ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۰ھ) کی سند سے تخریج حدیث فرمائی: انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں۔ ان میں سے چار کتاب، توریت وانجیل اور زبور وقرآن میں ان تمام کتابوں کے علوم کو رکھ دیا،

پھر ان تینوں کتابوں: توریت وانجیل وزبور کے علم کو قرآن مقدس میں جمع فرمادیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امت مسلمہ (دینیات کی تشریح کے بارے میں) جو کچھ کہتی ہے، وہ حدیث کی شرح ہے اور تمام حدیث، قرآن پاک کی شرح ہے اور نیز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ تمام احکام کہ حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن کا حکم فرمایا، ان میں سے ہیں جن کو حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مقدس سے سمجھا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے فرمایا کہ اور اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس کہ میں صرف اسی کو حلال قرار دیتا ہوں جسے رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور میں صرف اسی کو حرام کہتا ہوں جسے رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا۔ (جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ)

حضرت سعید بن جبیر تابعی (م ۹۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو حدیث اپنے صحیح طریقے پر مجھ تک پہنچی، میں نے کتاب اللہ میں اس کے مصداق (ماخذ) کو پالیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو میں کتاب اللہ سے اس کی تصدیق دکھلاسکتا ہوں۔

(2)(قال صلی اللہ علیہ وسلم: ستکون فتن–قیل: وما المخرج منها؟ قال: کتاب اللّٰہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم–اخرجہ الترمذی وغیرہ) (الاتقان فی علوم القرآن: ص725)

ترجمہ: حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب بہت سے فتنے ہوں گے۔ دریافت کیا گیا کہ اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتاب اللہ ہے۔ اس میں تم سے

ماقبل لوگوں کی خبر اور تمہارے بعد کے لوگوں کی خبر (علم) اور تمہارے درمیان کا حکم ہے۔

(3) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا: **(قال ابن برّجان: ما قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من شیء فھو فی القراٰن بہ او فیہ اصلہ–قرُب او بعُد–فھمہ من فھمہ وعمہ عنہ من عمہ–وکذا کل ما حکم او قضٰی–وانما یُدْرِک الطالب من ذلک بقدر اجتھادہ وبذل وسعہ ومقدار فھمہ–وقال غیرہ: ما من شیء الا ویمکن استخراجہ من القراٰن لمن فھّمہ اللّٰہ)** (الاتقان فی علوم القراٰن: ص 727)

ترجمہ: حضرت عبد السلام اشبیلی ابن برجان (م ۵۳۶ھ) نے فرمایا کہ جو کچھ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، وہ قرآن مقدس میں موجود ہے، یا قرآن مقدس میں اس کی اصل موجود ہے، وہ اصل قریب ہو یا بعید۔ اسے بہت سے لوگوں نے سمجھا اور بہت سے لوگوں نے اسے نہ سمجھا اور ایسا ہی وہ تمام امر ہے جس کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، یا حضور اقدس سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فیصلہ فرمایا اور طلب کرنے والا اس میں اپنی کوشش اور اپنی طاقت کو صرف کرنے کے مطابق اور اپنی فہم وفراست کی مقدار میں پاتا ہے اور ابن برجان کے علاوہ دیگر حضرات نے فرمایا کہ جسے رب تعالیٰ نے قرآن مجید کی سمجھ عطا فرمائی، اس کے لیے ہر ایک شئ کو قرآن مقدس سے استخراج کرنا ممکن ہے۔

حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فہم عطا فرمائی ہے، لہٰذا وہ شرعی احکام کو قرآن مقدس سے اخذ کرتے ہیں اور بندوں کو بتاتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق اور حضرت مقاتل بن حیان (علیہم الرحمۃ والرضوان) سے فرمایا کہ میں نے جو کچھ بیان فرمایا، وہ قرآن مقدس میں ہے۔

وہ قیاس نہیں ہے۔ہاں، جس کو فہم قرآن حاصل نہیں، اس کی نظر میں وہ قیاس ہے۔

(4)امام سیوطی نے رقم فرمایا:(**وقال ابن ابی الفضل المرسیّ فی تفسیرہ: جمع القراٰن علوم الاولین والاٰخرین بحیث لم یُحِطْ بھا علمًا حقیقۃً الا المتکلم بھا–ثم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خلا ما استأثربہ سبحانہ وتعالٰی–ثم ورث عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم معظم ذلک سادات الصحابۃ واعلامھم مثل الخلفاء الاربعۃ وابن مسعود وابن عباس حتّٰی قال:لوضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللّٰہ تعالٰی–ثم ورث عنھم التابعون باحسان–ثم تقاصرت الھمم وفترت العزائم وتضائل اھل العلم وضعفوا عن حمل ما حملہ الصحابۃ والتابعون من علومہ وسائر فنونہ–فَنَوَّعُوْا علومہ–و قامت کل طائفۃ بفن من فنونہ**)(الاتقان فی علوم القرآن:ص727)

ترجمہ:علامہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل مرسی (م ۶۵۵ھ) نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ قرآن کریم نے اولین وآخرین کے علوم کو جمع کر لیا، اس طرح کہ حقیقت میں اس کے تمام علم کا احاطہ اس کے متکلم (رب تعالیٰ) کے علاوہ کسی نے نہیں کیا، پھر رب تعالیٰ کے ساتھ مخصوص علم کے علاوہ علوم، حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پایا، پھر حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بڑے حصہ کی وراثت سادات صحابہ کرام واکابر صحابہ کرام کو ملی جیسے حضرات خلفائے راشدین وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو ضرور میں اسے کتاب اللہ میں پا لوں گا، پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ان کے مخلص تابعین نے علوم قرآن کی وراثت پائی، پھر ہمتیں قاصر ہوگئیں اور ارادے سست پڑ گئے اور اہل علم، کم ہمت

ہو گئے اور اس کے تمام علوم وفنون کا بوجھ اٹھانے میں کمزور پڑ گئے، حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جن علوم وفنون کا بوجھ اٹھایا تھا، پس لوگوں نے علوم قرآن کی قسمیں نکالیں اور ہر جماعت فنون قرآنیہ میں سے کسی ایک فن کے ساتھ مستقل ہوگئی۔

قرآن مقدس کے علوم اور مجتہدین اسلام

(1) علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے آیات متشابہات کے بارے میں رقم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات متشابہات کا علم علمائے کرام کو عطا نہیں فرمایا اور فرمایا کہ قرآن مقدس کا اکثر حصہ ایسا ہی ہے کہ اس کا کما حقہ علما کو نہیں ہے۔

آیات متشابہات کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: (لَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰه)

(سورہ آل عمران: آیت 7)

علامہ تفتازانی نے تحریر فرمایا: (**والحق ان هذا لا يخص المتشابه-بل اكثر القراٰن من هذا القبيل-لانه بحر لا تنقضيء عجائبه ولا تنتهى غرائبه-فانّٰى للبشر الغوص علٰى لَاٰلِيْهِ والاحاطة بكنه ما فيه-ومن ههنا قيل: هو معجز بحسب المعنٰى ايضًا**) (التلویح شرح التوضیح: جلد اول: ص 128)

ترجمہ: سچ یہ ہے کہ قرآن مقدس کے معانی کا عدم علم آیات متشابہات کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں اسی طرح ہیں (یعنی ان کے معانی کا ادراک مشکل ہے)، اس لیے کہ قرآن عظیم ایسا دریا ہے کہ اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اس کے نوادرات متناہی نہیں ہیں، پس انسان کو اس کے موتیوں کو پانے اور اس کے اندر موجود حقائق کے احاطے کی قوت کہاں؟ اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ قرآن معنی کے اعتبار سے بھی معجز ہے۔

(2) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا: (**ومعلوم ان السنة قاضية على الكتاب ولا عكس من حيث انها بيان لما اجمل فى**

القراٰن-کما ان الائمة المجتهدين هم الذين بينوا لنا ما فی السنة من الاجمال-کما ان اتباع المجتهدين هم المبينون لنا ما اجمل فی کلام المجتهدين وهكذا الى القيامة)(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص55)

ترجمہ:معلوم ہے کہ حدیث شریف قرآن مقدس کی تشریح کرنے والی ہےاوراس کا برعکس نہیں۔حدیث کا شارح قرآن ہونا اس حیثیت سے ہے کہ حدیث قرآن کے اجمالی امور کی توضیح ہے،جیسا کہ حضرات ائمہ مجتہدین جنہوں نے ہمارے لیے حدیث کے اجمالی امور کو بیان فرمایا،جیسا کہ مجتہدین کے اصحاب ہمارے لیے مجتہدین کے کلمات کے اجمالی امور کو بیان کرنے والے ہیں اوراسی طرح قیامت تک۔

قرآن مقدس کی اجمالی باتوں کی تشریح احادیث طیبہ میں ہے۔احادیث کریمہ کے اجمالی علوم کو حضرات مجتہدین اسلام علیہم الرحمۃ والرضوان نے بیان فرمایا۔مجتہدین کے کرام کے کلمات کی شرح مجتہدین کے تلامذۂ عظام نے بیان فرمائی اوراسی طرح بعد کے علمائے اسلام اپنے ماقبل کے علمائے کرام کے اقوال کی تشریح وتوضیح کرنے والے ہیں۔

(3)امام شعرانی نےتحریرفرمایا:(وقد دخل جعفر الصادق ومقاتل بن حيان وغيرهما على الامام ابى حنيفة-وقالا له:بلغنا انک تكثر من القياس فی دين اللّٰه تعالٰی-واول من قاس،ابليس فلا تقس-فقال الامام:ما اقوله ليس هو بقياس-وانما ذلک من القراٰن-قال تعالٰی:(مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ)فليس ما قلناه بقياس فی نفس الامر-وانما هوقياس عند من لم يعطه اللّٰه تعالى الفهم فی القراٰن)(میزان الشریعۃ الکبریٰ: جلداول:ص18)

ترجمہ:حضرت امام جعفر صادق اورحضرت مقاتل بن حیان اوردیگرعلما حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس گئے(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)اوران دونوں حضرات نے حضرت امام

اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں خبر پہنچی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین میں بہت زیادہ قیاس کرتے ہیں اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا، پس آپ قیاس نہ فرمائیں، پس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں، وہ قیاس نہیں ہے اور وہ قرآن کریم سے ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا: (ہم نے کتاب میں کچھ بھی نہیں چھوڑا)، پس جو کچھ ہم نے بیان کیا، وہ نفس الامر کے اعتبار سے قیاس نہیں ہے اور وہ اس کے نزدیک قیاس ہے جسے رب تعالیٰ نے قرآن مقدس کی فہم اور سمجھ عطا نہیں فرمائی۔

ابلیس لعین نے نص کی موجودگی میں قیاس کیا۔ ارشادالٰہی (اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ) وہاں نص صریح تھا اور نص کی موجودگی میں قیاس کرنا باطل ہے۔ مجتہدین کرام اس وقت قیاس کرتے ہیں جب کسی حکم سے متعلق نص صریح موجود نہ ہو۔ جب صریح نص موجود ہوتو قیاس کی ضرورت نہیں اور نہ ہی صریح نص پائے جانے کے وقت مجتہدین اسلام قیاس کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا علم وفہم اور تفسیر بالرائے

ابن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں اور اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ قرآن کو سمجھنا آسان ہے، حالاں کہ تفسیر بالرائے حرام ہے۔ انجام کار یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیے اور آج تک گمرہی کا سلسلہ جاری ہے۔

(1)(عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ قَالَ فِى الْقُرْاٰنِ بِرَأيِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ) (شرح السنۃ للبغوی: جلداول:ص 258- جامع الترمذی: جلددوم: باب ماجاء فی الذی یفسر القراٰن برأیہ)

ترجمہ: حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

جواپنی رائے سے قرآن عظیم کی تفسیر کرے، وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

وہابیوں نے ہرکس وناکس کو تفسیر قرآن کی اجازت دے کر لوگوں کو جہنم کی طرف دھکیل

دیا۔ جب نجدی نے بتادیا کہ قرآن سمجھنا آسان ہے تو وہابیہ خود سے قرآن سمجھنے لگے۔

(2)(عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ)

(جامع الترمذی: جلد دوم: باب ما جاء فی الذی یفسر القراٰن برأیہ)

ترجمہ: حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے، پھر وہ صحت کو پالے، پھر بھی اس نے خطا کی۔

جس شخص کو جس کام کی اجازت نہیں، اسے وہ کام کرنا غلط اور گناہ کا سبب ہے۔

تلبیس ہفتم

کیا اعلیٰ حضرت سے انحراف دین سے انحراف ہے؟

مذکورہ اشتہار دیوبند میں کسی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اہل سنت وجماعت سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا ماننے والا نہ ہو، وہ دین حق سے پھرنے والا اور مرتد ہے؟ شعر درج ذیل ہے:

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا جو پھرا تم سے شہا احمد رضا
دونوں عالم میں اسے کھٹکا نہیں جو تمہارا ہو گیا احمد رضا

جواب: اشتہار دیوبند میں شاعر کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے یہ شعر دیوبندیوں نے گڑھ لیا ہو، نیز کسی مسلک کے معتمد افراد کے اقوال وافعال پر اعتراض کیا جاتا ہے، کیوں کہ ہر جماعت عالم وجاہل، قلیل العلم وکثیر العلم مختلف قسم کے افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر شخص کا قول معتبر نہیں مانا جاتا ہے، نیز جو بات غلط ہے، وہ غلط ہی ہوگی، خواہ کوئی بھی کہے۔

دراصل یہ اعتراض ویسا ہی ہے جیسا کہ دیابنہ اہل سنت وجماعت پر قبر پرستی کا الزام

عائد کرتے ہیں، حالاں کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سجدۂ قبر کو حرام وطواف قبر کو ممنوع قرار دیا۔ ان کے متعدد فتاویٰ اور ان کے رسالہ ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' میں تفصیل موجود ہے۔ سجدۂ قبر کے جواز کا قائل رشید احمد گنگوہی کا شاگرد خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء-۱۹۵۵ء) تھا، لہٰذا یہ اعتراض دیابنہ پر وارد ہوتا ہے، نہ کہ سنیوں پر۔

محررہ بالا شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اعتقادات سے منحرف ہو گیا، وہ دین حق سے منحرف ہو گیا، کیوں کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے عقائد حق اور صحیح ہیں، کیوں کہ وہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ ہیں اور جو شخص امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عقائد پر قائم ہے، وہ نجات یافتہ اور اہل حق میں سے ہے، کیوں کہ وہ عقائد حقہ پر قائم ہے اور جو شخص ان عقائد حقہ صحیحہ سے منحرف ہو کر ضلالت و بدمذہبیت کا شکار ہو گیا، وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ یہاں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی ذات سے انحراف مراد نہیں، ورنہ معنی درست نہیں ہوگا، پس اسی معنی کو شاعر کی مراد قرار دیا جائے گا جو معنی صحیح ہو، کیوں کہ جب کسی کلام میں صحیح معنی کی گنجائش ہو تو صحیح معنی ہی مراد ہوگا۔

شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ اہل حق کے قول کو صحیح مفہوم پر محمول کیا جائے، مثلاً کسی قول کا دو مفہوم ہو تو جو صحیح مفہوم ہے، وہی مفہوم مراد لیا جائے گا۔ غلط معنی مراد نہیں لیا جائے گا۔

امام شمس الائمہ سرخسی حنفی نے رقم فرمایا: **(ان الصحة مقصود کل متکلم- فمهما امکن حمل کلامه علٰی وجه صحیح یجب حمله علیه)**

(المبسوط: جلد ہفتم: ص 4- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ہر متکلم کا مقصود صحت ہوتی ہے، پس جب تک اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو تو اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا لازم ہے۔

اگر کسی کلام کے متعدد مفاہیم ہوں تو ان میں سے جو مفہوم اسلام کے موافق ہو، اسی کو

اختیار کیا جائے گا۔ جو مفہوم خلاف اسلام ہو، وہ مراد نہیں لیا جائے گا۔

دیوبندیوں نے خود کو معیار حقانیت قرار دے دیا

دیابنہ اپنے گھر کی خبر لیں۔ جولوگ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تنقیص اور عیب تراشی میں لگے رہتے ہیں، وہ اپنے لوگوں کی تعریف میں ایسا غلو کرتے ہیں کہ شرعی دائرہ سے باہر جا گرتے ہیں اور حکم شرعی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ دیابنہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تنقیص و بے ادبی کرتے ہیں اور اپنے لوگوں کی ایسی مبالغہ آرائی کرتے ہیں جو صریح جھوٹ اور بالکل غلط ہے۔

(1) گنگوہی نے کہا: ''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اس زمانہ میں ہدایت ونجات میرے اتباع پر موقوف ہے''۔ (تذکرۃ الرشید: جلد دوم: ص 17)

(2) عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے''۔ (تذکرۃ الرشید: جلد اول: ص 113)

(3) دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے مرثیہ گنگوہی میں رشید احمد گنگوہی کے حق میں ایسا غلو کیا ہے کہ اسے مربی خلائق بنا دیا۔ بانی اسلام یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثانی ونظیر بنا دیا۔ اسے حضرت صدیق اکبر وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مماثل قرار دے دیا۔ گنگوہی کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر بتانے کی کوشش کی۔ گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی۔ مرثیہ گنگوہی کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

جدھر کو آپ مائل تھے، ادھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے آقا میرے مولیٰ تھے حقانی سے حقانی
ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جا گہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہوں کیا نص قرآنی

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
اٹھا وہ قبلہ حاجات روحانی وجسمانی
خدا ان کا مربی، وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی
مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی
وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی
زباں پر اہل اہوا کے ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی
پھرے تھے کعبہ میں پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی
تمہاری تربت انوار کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی
وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

نہ رکا پرنہ رکا پرنہ رکا پرنہ رکا
ان کا جوحکم تھا ،تھا سیف قضائے مبرم

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا: ''مارنا، جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کردینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور انبیا، اولیا، بھوت، پری کی یہ شان نہیں۔ جوکسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مرادیں مانگیں، مصیبت کے وقت اس کو پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، پھر خواہ وہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''۔ (تقویۃ الایمان: ص8)

مخلوق کو قبلہ حاجات، مربی خلائق، مردوں کو زندہ کرنے والا، زندوں کو موت سے بچانے والا اور اس کے حکم کو قضائے مبرم ماننا تقویۃ الایمانی عقیدہ میں شرک ہے۔ اب قائل کا حال ظاہر ہے۔ قائل کوئی عام فرد نہیں، بلکہ دیوبندیوں کا شیخ الہند ہے۔

تلبیس ہشتم

کیا کسی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت ہوئی؟

مذکورہ اشتہار دیوبند میں ہے: ''اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظ: حصہ چہارم: ص ۲۷ کو ملاحظہ فرمایئے جس سے اندازہ ہوگا کہ انبیا کو مغلوب مانا، رسولوں کی شہادت کا انکار کیا جس سے قرآن کی کتنی آیتوں کا انکار صریح لازم آیا''۔

جواب: الملفوظ میں نبی ورسول کا اصطلاحی معنی مراد ہے۔ رسول کو نبی کے مقابل استعمال کرنا واضح قرینہ ہے کہ نبی ورسول کا اصطلاحی معنی مراد ہے۔ عرض وارشاد درج ذیل ہے:

عرض: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ)

تو بعض انبیا شہید کیوں ہوئے؟

ارشاد: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیا البتہ شہید کیے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ (الملفوظ: جلد چہارم: ص 27)

الملفوظ کے حاشیہ میں ہے کہ شہید ہو جانا مغلوبی نہیں اور غلبہ سے مراد غلبہ حجت ہے۔

(حاشیہ: الملفوظ: جلد چہارم: ص 27)

سائل کا خیال تھا کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہید ہونا غالب ہونے کے منافی ہے، جب کہ آیت مقدسہ میں ہے کہ رسولوں کو غلبہ حاصل رہے گا۔ اس اعتبار سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت واقع نہیں ہونی چاہئے۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سائل کے خیال مطابق جواب دیا کہ اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ شہادت غلبہ کے منافی ہے تو آیت طیبہ میں مرسلین کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور حضرات مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی شہید نہیں ہوئے، لہٰذا تعارض کی کوئی صورت نہیں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ملفوظ میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مغلوب ہونے کا ذکر بھی نہیں، لیکن دیوبندیوں نے الزام لگا دیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مغلوب کہہ دیا۔

اشتہار دیوبند میں آیات قرآنیہ نقل کی گئی ہیں جن میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کا ذکر ہے۔ ان آیتوں میں حضرات مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شہید کیے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ دراصل قرآن مجید کی بعض آیات مقدسہ میں رسول کا لفظ نبی کے لیے استعمال ہوا ہے اور کبھی رسول کا لفظ خاص رسول کے لیے وارد ہوا ہے۔

دیوبندیوں کا اعتراض قرآنی اصطلاحات واستعمالات کی لاعلمی پر مبنی ہے۔ اگر دیابنہ قرآن مقدس کے طرز کلام سے واقف ہوتے تو ایسا اعتراض ہی نہ کرتے۔

اشتہار دیوبند میں ہے:''حالاں کہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔وہ آیتیں یہ ہیں:

دیکھو،سورہ بقر:رکوع ۱۱:(**افکلما جائکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون**)

دوسری آیت دیکھو،سورہ آل عمران:رکوع ۱۹:(**قل قد جائکم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صدقین**)

تیسری آیت دیکھو،سورہ مائدہ رکوع ۱۰:(**کلما جاء ھم رسول بما لا تھوی انفسھم ففریقا کذبوا وفریقا یقتلون**)(اشتہار دیوبند)

جواب:مرقومہ بالا آیات مقدسہ میں یہودیوں کا ذکر ہے۔رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان بہت سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔یہودیوں نے ان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بدسلوکی کی اور بہت سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قتل بھی کیا۔جنہیں شہید کیا گیا،وہ نبی تھے،رسول نہ تھے۔ان کی تعبیر کے لیے کلمہ ''رسول'' وارد ہوا ہے،لیکن ان آیتوں میں کلمہ ''رسول'' کا اصطلاحی معنی مراد نہیں،بلکہ عام معنی مراد ہے جو نبی کو بھی شامل ہو۔بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان مبعوث ہونے والے نبی تھے۔وہ رسول نہیں تھے۔

قاضی بیضاوی(م ۶۸۵ھ)نے رقم فرمایا:((**وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی)الرسول من بعثه اللّٰه بشریعة مجددة یدعوا الناس الیھا—و النبی یعمه ومن بعثه لتقریر شرع سابق کانبیاء بنی اسرائیل الذین کانوا بین موسٰی وعیسٰی علیھم السلام—ولذلک شبه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم**

علماء امته بهم–فالنبی اعم من الرسول–ویدل علیه انه علیه السلام سئل عن الانبیاء–فقال:مأة الف واربعة وعشرون الفًا–قیل:فکم الرسول منهم؟ قال:ثلث مأة وثلثة عشر جمًّا غفیرًا)تفسیر بیضاوی:جلد چہارم:ص133)

ترجمہ:ارشادالٰہی(وماارسلنامن قبلک من رسول ولا نبی)رسول وہ ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے نئی شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہو،وہ اس شریعت کی طرف لوگوں کودعوت دیتے ہیں۔

اور لفظ نبی رسول کوشامل ہے اورانہیں شامل ہے جن کواللہ تعالیٰ نے سابقہ شریعت کو مستحکم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا ہو،جیسے انبیائے بنی اسرائیل جوحضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اورحضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تھے،اسی لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علما کوان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سےتشبیہ دی۔

پس لفظ نبی لفظ رسول سے عام ہے اوراس پر دلالت کرتا ہے یہ کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں دریافت کیا گیاتو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:ایک لاکھ چودہ ہزار ہیں۔عرض کیا گیا:پس ان میں سے رسول کتنے ہیں؟حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تین سوتیرہ کی عظیم جماعت۔

مذکورہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین جوانبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے،وہ تمام نبی تھے۔ان میں سے کوئی رسول نہ تھے۔قرآن مجید میں بعض مقام پرلفظ رسول اصطلاحی معنی میں مستعمل ہوا،اوربعض مقام پرعام معنی میں استعمال ہوا۔یہ عام معنی نبی کوبھی شامل ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔

لفظ رسول کا استعمال عام معنی میں

(1)(كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ)(سورہ بقرہ:آیت285)

ترجمہ: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔

(کنز الایمان)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں رسول سے نبی بھی مراد ہیں، کیوں کہ تمام انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان فرض ہے، پس یہاں رسول و نبی دونوں مراد ہیں۔

(2)(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْکَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْکَ) (سورہ مومن: آیت 78)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔ (کنز الایمان)

امام صاوی نے رقم فرمایا: **(قوله(رُسُلًا)المراد بهم ما يشمل الانبياء)**

(الصاوی علی الجلالین:)

ترجمہ: ارشاد الٰہی (رسلا) ان سے وہ مراد ہیں جو انبیائے کرام کو شامل ہوں۔

منقولہ بالا تفسیر سے واضح ہو گیا کہ لفظ رسول سے کبھی عام معنی مراد ہوتا ہے جو نبی کو بھی شامل ہوتا ہے اور ایسا استعمال قرآن مقدس میں وارد ہے۔

(3)((وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ)يعنی "بِالرُّسُلِ" الانبياء) (تفسیر طبری: جلد دوم: ص 219)

ترجمہ: (اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب عطا کی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے) "رسل" سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی اسرائیل میں حضرات انبیائے کرام کی بعثت ہوتی رہی اور انہیں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بنی اسرائیل نے شہید کیا۔ بنی اسرائیل میں سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

مبعوث ہوئے۔ یہ اولوالعزم رسول ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں کی طرف اٹھا لیا۔ قوم بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی یا رسول مبعوث نہ ہوئے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے رقم کیا: ((وقفینا: الخ)قالوا: کان بین موسٰی وعیسٰی علیهما الصلٰوۃ والسلام اربعة الاف نبی-وقیل: سبعون الفًا کانوا علٰی شریعة موسٰی صلی اللّٰه علیه وسلم)

(حاشیۃ الخفاجی علی البیضاوی: جلد دوم: ص 197)

ترجمہ: علمائے اسلام نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان چار ہزار نبی ہوئے اور ایک قول ہے: ستر ہزار نبی ہوئے۔ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر تھے۔

قرآن مقدس میں انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر

قرآن مقدس میں انبیائے بنی اسرائیل کا تذکرہ بلفظ ''انبیاء'' بھی وارد ہے۔ قرآن عظیم کی آیت مقدسہ اور اس کی تفسیر مرقومہ ذیل ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: (قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ)

(سورہ بقرہ: آیت 91)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا، اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔

(کنز الایمان)

(1) ابن کثیر دمشقی نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا: (فلم قتلتم الانبیاء الذین جاؤکم بتصدیق التوراۃ التی بایدیکم) (تفسیر ابن کثیر: جلد اول: ص 328)

ترجمہ: پس تم لوگوں نے ان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کیوں قتل کیا جو تمہارے

پاس اس توریت کی تصدیق لے کر آئے جو توریت تمہارے پاس تھی۔

(2) مفسر خازن شافعی (۶۷۸ھ-۷۴۱ھ) نے رقم فرمایا: **(فلم قتلتم الانبیاء الذین اتوا بما طلبتم منهم مثل زکریا ویحیی وسائر من قتلوا من الانبیاء-و اراد بذلک فعل اسلافهم-وانما خاطب بذلک الیهود الذین کانوا فی زمن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-لانهم کانوا راضین بفعل اسلافهم)**

(تفسیر خازن: جلد اول: ص328)

ترجمہ: پس تم لوگوں نے ان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کیوں قتل کیا جو وہ (معجزہ) لے کر آئے جو تم نے ان سے طلب کیا جیسے حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کو ان لوگوں نے شہید کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بنی اسرائیل کے اسلاف کو مراد لیا اور اس بارے میں ان یہود سے خطاب فرمایا جو حضور اقدس خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم کے عہد مبارک میں تھے، کیوں کہ یہ لوگ اپنے اسلاف کے فعل پر راضی تھے۔

محررہ بالا تفاسیر کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ جن انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید کیا گیا، وہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین تشریف لائے اور وہ تمام نبی تھے۔ اگر چہ قرآن مقدس میں ان کی تعبیر لفظ رسول سے بھی ہوئی ہے اور قرآن مجید میں لفظ رسول سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعبیر متعدد آیات مقدسہ میں موجود ہے، لیکن لاعلمی کی بنا پر اشتہار دیوبند میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز پر حکم کفر عائد کرنے کی کوشش کی گئی، یا ممکن ہے کہ جان بجھ کر دیوبندیوں نے اعتراض کیا ہو۔

اشتہار دیوبند میں لکھا ہے: ''قرآن کریم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو، اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو، اس کا اثبات، تو وہ کافر ہے''۔ (اشتہار دیوبند)

اثبات ونفی اوراس کا مذکورہ حکم صحیح ہے،لیکن اولاً یہ ثابت کیا جائے کہ وہ شہدائے مبعوثین،رسول تھے یا انبیائے کرام تھے۔ ماقبل میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان بنی اسرائیل میں جن نفوس قدسیہ کی بعثت ہوئی ،وہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے، وہ رسول نہیں تھے، پس امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا قول صحیح ہے اور دیو بندیوں کا اعتراض غلط ہے۔

کتابت کی غلطی یا تحریف قرآن؟

مذکورہ اعتراض کے ضمن میں دیابنہ قرآن مجید کی تحریف کا بھی اعتراض کرتے ہیں۔ الملفوظ میں کتابت کی غلطی کے سبب آیت مقدسہ (خَتَمَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ)میں (خَتَمَ اللّٰهُ) کی بجائے (كَتَبَ اللّٰهُ) چھپ گیا تھا۔کتابت کی غلطیوں پر اگراعتراض کیا جائے تو اس کے لیے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔کتابت کی غلطی تحریف نہیں۔دیو بندیوں کے اس مہمل اعتراض کا جواب خود مجتہد دیابنہ رشید احمد گنگوہی کی تحریر میں موجود ہے۔

رشید احمد گنگوہی نے لکھا:''اور جس حسن علی کے دستخط ہوں،خوامخواہ اس پر مطاعین لفظی کرنی بھی دوراز دیانت ہے، کیوں کہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے۔ چناں چہ اس فتویٰ میں بہت غلط الفاظ موجود ہیں۔سو حسن ظن کرنا اور کاتب اور صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا،مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشہ آخرت ہوتا اور چوں کہ تخطیہ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ وملکہ نہیں۔

تخطیہ لفظی سے تسلی کرتا ہے۔خیر یہ تو سہل ہے،لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھ کر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے، کیوں کہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگاتا ہے۔کاتب کی خطا پر تو عمل کرتا ہی نہیں''۔(براہین قاطعہ :ص 31)

تلبیس نہم

ام المومنین کی بے ادبی کا الزام

اشتہار دیوبند میں ہے: ''رضاخانی جماعت کے سب سے بڑے یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی ہی توہین صدیقہ کے مرتکب ہیں۔ان کے رشحات فکر کا نتیجہ ہے۔کتاب کا تاریخی نام''حدائق بخشش'' ہے۔اس کے صفحہ ۳۷: پرحضرت عائشہ کی شان میں جو گستاخانہ الفاظ درج کیے گئے ہیں،ان کا لکھنا تو درکنار، پڑھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے''۔(اشتہار دیوبند)

جواب: وہابیہ اور دیابنہ رب تعالیٰ ،حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ،حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اولیائے کرام واکابر اسلام کی توہین وتنقیص کے عادی ہیں، بلکہ وہابیوں نے وہابی کا مطلب ہی''بے ادب'' بتایا ہے۔''المرء یقیس علیٰ نفسہ''مشہور مقولہ ہے۔بے ادبوں کو ہر شخص بے ادب نظر آتا ہے۔دیوبندیوں نے جن اشعار پر اعتراض کیا ہے،علمائے اہل سنت وجماعت کا فیصلہ ہے کہ وہ قابل اعتراض اشعار امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے نہیں ہیں، نیز کاتب کی غلطی سے ترتیب بدل جانے کے سبب معنی غلط ہوگیا۔تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) حدائق بخشش کے دو حصے سال ۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی زندگی میں شائع ہوئے۔

(2) تیسرا حصہ جس میں قابل اعتراض اشعار ہیں،وہ ۲۷: سال بعد ۱۳۴۲ھ میں مرتب ہوا،یعنی امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات کے دو سال بعد مرتب ہوا،اور ۱۳۶۶ھ میں پہلی بار طبع ہوا،یعنی امام احمد رضا قادری کی وفات کے ۲۶: سال بعد طبع ہوا۔

(3) حصہ سوم کے مرتب غازی ملت حضرت علامہ مفتی محبوب علی خاں رضوی لکھنوی (م ۱۳۸۵ھ-۱۹۶۵ء) ہیں۔انہیں یہ اشعار مختلف مقامات سے دستیاب ہوئے۔

حضرت علامہ مفتی محبوب علی خاں لکھنوی نے حصہ سوم کے مقدمہ میں تحریر فرمایا:

''مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے، بڑی کوشش اور جاں فشانی سے بریلی شریف، سرکار مارہرہ مطہرہ، پیلی بھیت ورام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمات میں حدائق بخشش: حصہ سوم کی شکل میں پیش کر رہا ہوں''۔(مقدمہ حدائق بخشش: حصہ سوم)

(4) سال ۱۳۴۲ھ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام وحضور مفتی اعظم ہند اور امام اہل سنت کے اکابر تلامذہ وخلفا مثلاً صدر الافاضل، صدر الشریعہ، ملک العلماوغیرہم بقید حیات تھے، لیکن مرتب نے یہ مجموعہ کسی کو نہیں دکھایا، نہ ہی تصحیح کرائی۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز اسی فروگزاشت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''برسہا برس کے بعد اب جب مولانا مولوی محبوب علی صاحب نے اسے پنجاب سے چھپوایا تو خبر ملی، یوں ہی بے ترتیب چھاپ دیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت کا معلوم نہیں ہوتا۔ مولانا یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا، اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا سمجھا، اس لیے مجھے ناگوار بھی ہوا کہ یوں ہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا''۔

(فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ: ص13)

(5) اس مجموعہ میں چھپے ہوئے تمام اشعار مرتب کو اعلیٰ حضرت کے خاص کتب خانہ سے دستیاب نہیں ہوئے، بلکہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوئے۔ اس میں امکان قریب ہے کہ وہ کلام کسی اور کا ہو، کسی نے امام احمد رضا قادری کا کلام سمجھ کر مرتب کو دے دیا ہو۔

(6) ان تینوں قابل اعتراض اشعار پر جلی قلم سے ''علیٰ حدہ'' لکھا ہوا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق

نہیں ہیں، پس اعتراض سرے سے باطل قرار پایا۔

(7) حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''میں نے برابر کہا کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں کہے جا سکتے۔ منقبت حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تو بالقطع والیقین یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے شعر نہیں۔ تشبیب میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جس نے دیکھا ہے، وہ ان اشعار کو اعلیٰ حضرت کے اشعار خیال بھی نہیں کر سکتا۔ یہ تینوں شعر کسی اور کے اس مجموعہ میں درج ہو گئے ہوں گے''۔ (فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ: ص13)

(8) مفتی اعظم دہلی حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان سابق خطیب مسجد فتح پوری (م ١٣٨٦ھ-١٩٦٦ء) نے تحریر فرمایا: ''بلکہ مجھ کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار ہی نہیں معلوم ہوتے۔ خدا جانے اس میں کس کی اور کیا سازش ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسی چالیں چلی گئیں ہیں''۔ (فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ: ص9)

(9) حصہ سوم کے مرتب حضرت علامہ محبوب علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ مجموعہ کتابت کے لیے کسی کو دیا اور بلا تصحیح طباعت کے لیے دے دیا، جب انہیں اشعار کے بارے میں خبر ہوئی تو انہوں نے اپنا توبہ نامہ اور توضیحی بیان اخبار: الوارث میں ١٠: جولائی ١٩٥٥ء کو، ماہنامہ سنی لکھنو میں ٢٤: جولائی ١٩٥٥ء کو اور اخبار: انقلاب میں ١٠: اگست ١٩٥٥ء کو شائع کرایا، پھر پوسٹر کے ذریعہ بھی بارہا اپنا اعلان شائع فرمایا۔

ان تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قصیدہ کے سات اشعار ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں جن کا تذکرہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی وغیرہ کتب احادیث کی روایت میں موجود ہے۔ یہ تین اشعار بھی انہیں سات اشعار میں سے تھے۔

یہ اشعار درحقیقت حدیث میں وارد کلمہ (ملء کسائہا: الخ) کا قریب قریب ترجمہ ہیں۔ یہ سات اشعار ابتدا کے تھے، مگر ناقل یا کاتب کی غلطی سے یہ تین اشعار وسط میں اور

کچھ اشعار اخیر میں آ گئے اور فساد پرست عناصر کو یہ شور مچانے کا موقع مل گیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ایسے اشعار لکھ دیئے گئے ہیں۔

توبہ نامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث ام زرع کا خلاصہ ہے۔مصروفیات کے سبب مرتب کو کتابت کی تصحیح کا موقع نہ مل سکا اور اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے۔اب جب کہ مرتب نے اپنی خطا پر توبہ کر لی تو حکم شرع کی تکمیل ہوگئی اور مرتب عنداللہ بری ہو گئے۔اب ان پر کوئی شرعی اعتراض باقی نہ رہا۔

چوں کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد یہ اشعار کہیں سے دستیاب ہوئے،اس لیے اب فیصلہ کا یہی طریقہ باقی رہا کہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دیگر اشعار و دیوان کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے کہ یہ اشعار ان کے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے شہزادۂ اصغر و دیگر علمائے کرام نے فیصلہ سنا دیا کہ یہ اشعار امام اہل سنت کے نہیں ہو سکتے۔کسی نے جان بوجھ کر یا غلطی سے یہ اشعار امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار میں شامل کر دیا۔اگر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز باحیات ہوتے تو براہ راست ان سے دریافت کیا جا سکتا تھا، یا یہ قابل اعتراض اشعار ان کے عہد میں چھپے ہوئے مجموعہ میں موجود ہوتے اور یہ مطبوعہ مجموعہ ان کی نظر سے گزرا ہوتا تو بھی یہ اشعار ان کے سمجھے جا سکتے تھے،لیکن جب کوئی مجموعہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا اور وہ اشعار بھی ان کے دیوان سے نہیں ، بلکہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوئے تو یہاں یقین کی کوئی صورت موجود نہیں کہ یہ اشعار امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہیں۔

الغرض قرائن وشواہد بھی واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ اشعار امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نہیں ہیں،لہٰذا غیر ثابت امر کے سبب امام موصوف پر الزام وارد نہیں ہو سکتا، نیز وہ اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نہیں ہیں۔

اشرف علی تھانوی اور بڑھاپے میں جوانی

مذہب اہل سنت و جماعت کے خمیر میں تعظیم و محبت ہے۔علمائے اہل سنت و جماعت اصحاب فضل وکمال اور معظمین اسلام کی توہین و بے ادبی سے منزہ و بری ہیں ۔وہابیت ودیوبندیت کے خمیر میں توہین و بے ادبی ہے ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں دیوبندیوں کے حکیم الامت نے توہین و بے ادبی کی ہے۔

(1)اشرف علی تھانوی نے لکھا:''ایک ذاکر صالح کومکشوف ہوا کہ احقر (تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔انہوں نے مجھ سے کہا۔میرا ذہن معاً اسی (کمسن نئی جورو) کی طرف منتقل ہوا ۔اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا،حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھااور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں،وہی قصہ یہاں ہے''۔(الامداد: ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

انتہائی گھٹیا انسان یہاں تک کہ بھنگی و چمار بھی اپنے گھر اپنی ماں کی آمد کی خبر سن کر یہ خیال نہیں کرتا ہے کہ ہمیں کوئی نئی نویلی دلہن ملنے والی ہے،مگر دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی فکری گمرہی اور خیال کی پستی ہے کہ وہ ماں کی تعبیر جورو سے کرتا ہے۔

(2)تھانوی نے کہا:''میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حور ہیں''۔

(الافاضات الیومیہ: جلد چہارم:ص 237)

بھارتی حوروں کو دیکھ کر تھانوی کو صبر نہ ہوسکا تو اس نے بڑھاپے میں بھی ایک کمسن لڑکی سے شادی کرلی اور مرتے وقت اس کے خرچ کا بوجھ اپنے مریدوں کے سر ڈال گیا۔

تلبیس دہم

بادشاہی کی نافرمانی اور اس کی سزا

الملفوظ میں ہے:''جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں۔غزوۂ

احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ اس نے کہا: (الحلائل لا یخرجن باللیل) بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں۔ (فاعقم اللّٰہ تعالٰی) تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا، پھر صبا (یعنی پروائی) سے فرمایا: (فقالت سمعنا و اطعنا) تو اس نے عرض کیا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔ صرف ایک خندق درمیان تھی۔ اس پار مسلمان تھے، اس پار کفار۔ ادھر صبح تک چراغ جلتے رہے اور دوسری طرف اونٹ بارہ بارہ کوس پر گرے تو پروائی کو یہ نعمت دی کہ بارش اسی کے ساتھ ہوتی ہے''۔ (الملفوظ: حصہ چہارم: ص 389 - رضوی کتاب گھر دہلی)

الملفوظ کی منقولہ بالا عبارت پر مذکورہ اشتہار دیوبند میں تین اعتراض کیا گیا ہے:

(1) خدا کا حکم شمالی ہوا پر نہیں چلا۔ (2) شمالی ہوا سے پانی نہیں برستا۔ کس مستند حدیث سے ماخوذ ہے؟ (3) واقعات بکثرت شاہد ہیں کہ ہندوستان کے طول وعرض میں شمالی ہوا سے پانی برستا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا پہاڑ سے بڑا جھوٹ ہے۔ (اشتہار دیوبند)

جواب: امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے یہ نہیں فرمایا کہ شمالی ہوا پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا، بلکہ یہ فرمایا کہ اس نے حکم الٰہی پر عمل سے انکار کیا جیسے سجدۂ آدم کا حکم ہوا تو تمام ملائکہ کرام نے سجدہ کیا اور شیطان نے نافرمانی کی، پس عدم اطاعت الگ چیز ہے اور حکم نہ چلنا الگ چیز ہے۔ جن وانس مکلّف ہیں۔ بے شمار جن وانس احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں، پس عدم طاعت وعدم تعمیل حکم الگ چیز ہے اور حکم نہ چلنا الگ چیز ہے۔ حکم نہ چلنا حاکم کے عاجز ہونے کی دلیل ہے، لیکن عدم طاعت پر سزا دینا حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔

الملفوظ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادشمالی کو سزا دی، پس امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ملفوظ سے اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا ثابت ہوا، نیز بادشمالی سے پانی نہ برسنا عرب

کے ساتھ خاص ہے، کیوں کہ عرب کی بادشمالی نے نافرمانی کی تھی اور بادشمالی کی عصیاں شعاری کا واقعہ متعدد کتابوں میں مذکور ہے جس میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بانجھ کر دیا ہے۔ بانجھ کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں برستا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اِذْ جَآئَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا) (سورہ احزاب: آیت 9)

ترجمہ: جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔ (کنزالایمان)

(1) **(عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما–قال الصبا للشمال: اذهبی بنا ننصر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم–فقالت: ان الحرائر لا تهب باللیل –فغضب اللّٰہ علیها فجعلها عقیمًا ویقال لها الدبور–فکان نصره صلی اللّٰہ علیه وسلم بالصبا–وکان اهلاک عاد بالدبور–وهی الریح الغربیة)**

(السیرۃ الحلبیہ: جلد دوم: ص 654)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: بادصبا نے شمالی ہوا کو کہا: ہمارے ساتھ چلو کہ ہم حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کریں تو بادشمالی نے کہا: آزاد عورتیں رات کو نہیں نکلتی ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے بادشمالی پر غضب فرمایا تو اسے بانجھ بنا دیا اور بادشمالی کو دبور کہا جاتا ہے، پس حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد بادصبا کے ذریعہ فرمائی گئی اور قوم عاد کی ہلاکت دبور (بادشمالی) کے ذریعہ کی گئی اور وہ مغربی ہوا ہے۔

(2) **(روی ابن مردویه فی التفسیر من طریق اخری عن ابن عباس ایضًا قال: قالت الصبا للشمال: اذهبی بنا ننصر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه**

وسلم فقالت: ان الحرائر لا تھب باللیل-فغضب اللّٰہ علیھا فجعلھا عقیمًا)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: جلد ہفتم: ص402)

ترجمہ: محدث ابن مردویہ (۳۲۳ھ-۴۱۰ھ) تفسیر میں دوسری سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: بادصبا نے شمالی ہوا کو کہا: ہمارے ساتھ چلو کہ ہم حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کریں تو بادشمالی نے کہا: آزاد عورتیں رات کونہیں نکلتی ہیں، پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے بادشمالی پر غضب فرمایا تو اسے بانجھ بنادیا۔

(3) محقق علی الاطلاق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا: ''ابن مردویہ در تفسیر خویش از ابن عباس رضی اللہ عنہما نکتہ غریب آوردہ: ولیلۃ الاحزاب بادصبا با بادشمالی گفت ۔ بیا تارویم ورسول خدا را یاری دہیم ۔ بادشمالی در جواب گفت: ان الحرۃ لاتسر باللیل ۔ زن اصیل آزاد سیر نمی کند در شب ۔ حق تعالیٰ بر شمالی غضب کرد، وو ے را عقیم کرد''۔ (مدارج النبوت: جلد دوم: ص237)

ترجمہ: محدث ابن مردویہ (۳۲۳ھ-۴۱۰ھ) اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ایک عجیب نکتہ لائے ہیں: لیلۃ الاحزاب کو بادصبا نے شمالی ہوا کو کہا: آؤ، تاکہ ہم چلیں اور حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کریں ۔ بادشمالی نے جواب میں کہا: (ان الحرۃ لاتسر باللیل) اصل آزاد عورت رات کو سیر نہیں کرتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بادشمالی پر غضب فرمایا اور اس کو بانجھ بنادیا۔

(4) **(قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما-قالت الصبا للدبور ای الریح الغربیۃ،اذھبی بنا ننصر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت: ان الحرائر لا تھب باللیل-فغضب اللّٰہ علیھا فجعلھا عقیمًا-وفی الحدیث: نصرت**

بالصبا و اھلکت عاد بالدبور(تفسیر روح البیان: جلد ہفتم:ص111)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: بادصبا نے دبور یعنی مغربی ہوا کو کہا: ہمارے ساتھ چلو کہ ہم حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کریں تو بادمغربی نے کہا: آزاد عورتیں رات کو نہیں نکلتی ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے بادمغربی پر غضب فرمایا تو اسے بانجھ بنادیا اور حدیث نبوی میں ہے: بادصبا کے ذریعہ میری مدد فرمائی گئی اور مغربی ہوا کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی۔

منقولہ بالا روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ بادصبا نے بادشمالی سے کہا کہ چلو، ہم سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کریں تو بادشمالی نے کہا کہ آزاد عورتیں رات کو نہیں نکلتیں، پس اللہ تعالیٰ نے اس پر غضب فرمایا اور اسے بانجھ بنادیا۔ان روایات سے ظاہر ہوگیا کہ بادشمالی کو بادصبا کی معرفت رب تعالیٰ نے حکم بھیجا تھا، اسی لیے اسے سزا ہوئی۔اگر حکم الٰہی نہیں ہوتا تو سزا نہیں ملتی۔یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

وضاحت: بادشمالی کو دبور اور مغربی ہوا بھی کہا جاتا ہے۔

مخلوقات اور مادۂ معصیت

مشہور دیوبندی مناظر ارشاد دیوبندی نے ایک مناظرہ میں کہا تھا: ''اللہ عزوجل کی نافرمانی کا مادہ صرف جن وانس میں ہے۔ان کے علاوہ اور کسی مخلوق میں نہیں''۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بادشمالی کا واقعہ اسی تناظر میں پیش کیا ہے کہ حیوانات ونباتات وجمادات میں بھی نافرمانی کا مادہ موجود ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''ان میں مادۂ معصیت بھی ہے۔ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے، وہ ان کو دی جاتی ہے۔اہل کشف فرماتے ہیں۔تمام جانور تسبیح کرتے ہیں۔جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں، اسی وقت ان کو موت آتی ہے۔ہر پتا تسبیح کرتا ہے۔جس

وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے، اسی وقت درخت سے جدا ہوکر گر پڑتا ہے''۔

(الملفوظ: حصہ چہارم: ص389-رضوی کتاب گھر دہلی)

احادیث نبویہ وآ ثار شریفہ سے بھی واضح ہے کہ جن وانس کے علاوہ دیگر مخلوقات میں بھی معصیت ونافرمانی کا مادہ موجود ہے اوران کو سزا بھی ملتی ہے۔

(1)(عن ام شریک رضی اللّٰہ عنہا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر بقتل الوزغ وقال: کان ینفخ علٰی ابراھیم علیہ السلام)

(صحیح البخاری جلد اول: باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا)

ترجمہ: حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مارنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا: وہ شیخ الانبیا خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پھونک مارتا تھا۔

(2)(عن السدی: قال علیہ السلام: ما اصطید من حوت فی البحر ولا طائر یطیر الا بما یضیع من تسبیح اللّٰہ تعالٰی)

(تفسیر النسفی: جلد دوم: ص202)

(تفسیر روح البیان: سورہ اسراء-جلد پنجم: ص125-تفسیر حقی ج۷ص224)

ترجمہ: مفسر اسماعیل بن عبد الرحمٰن سدی (م۱۲۷ھ) سے روایت ہے: حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر میں کسی مچھلی اور اڑنے والے کسی پرندے کا شکار نہیں کیا جاتا، مگر جب وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو ضائع کردے۔

(3)(عن میمون قال: اُتِیَ ابو بکر بغراب وافر الجناحین–فقال: ما صِیْدَ مِنْ صَیْدٍ ولا عضد من شجر الا ضیعت من التسبیح)

(مصنف ابن ابی شیبہ: جلد سیزدہم: ص262)

ترجمہ: حضرت میمون نے بیان کیا: خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بڑے بازو والا کوا لایا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ کسی شکار کا شکار کیا جاتا ہے، نہ

کوئی درخت کاٹا جاتا ہے، مگر جب وہ تسبیح ضائع کر دے۔

(4)(ما صيد صيد-ولا عضدت عضاة-ولا قطعت وشيجة،الا بقلة التسبيح:ابن راهويه فى مسنده)(تاریخ الخلفا للسیوطی:ص79)

ترجمہ: کسی شکار کا شکار نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی خاردار درخت کاٹا جاتا ہے اور نہ کوئی رسی کاٹی جاتی ہے، مگر تسبیح کی کمی کے سبب۔(محدث ابن راہویہ نے اپنی مسند میں بیان کیا)

منقولہ بالا احادیث وآثار سے واضح ہو گیا کہ جن وانس کے علاوہ دیگر مخلوقات بھی ذکر الٰہی وتسبیح میں مشغول رہتی ہیں اور جب تسبیح سے غافل ہوتی ہیں تو ان پر آفت آتی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ)(سورہ اسراء: آیت 44)

ترجمہ:اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔(کنز الایمان)

تلبیس یازدہم

اعلیٰ حضرت اور صحابہ کرام کا اتباع

اشتہار دیوبند میں ہے:''اعلیٰ حضرت بریلوی کا درجہ صحابہ کرام سے زیادہ تھا''۔

اشتہار دیوبند میں ثبوت میں وصایا شریف کی درج ذیل عبارت نقل کی گئی ہے:

''زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان(اعلیٰ حضرت)کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم ہو گیا''۔(وصایا شریف:ص24)

جواب:وصایا شریف کی منقولہ بالا عبارت دیکھ کر دیوبندیوں کو غلط فہمی ہو گئی، لہٰذا دیابنہ معذور سمجھے جائیں گے۔ہاں، اظہار حقیقت کے بعد بھی اعتراض کرتے رہنا یقیناً غلط ہے۔حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ''وصایا شریف'' کے مرتب ہیں۔

انہوں نے اس اعتراض کا جواب ابتدائی مرحلہ میں دے دیا تھا، جو ذیل میں منقول ہے۔

''حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ غلط چھپ گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب وہابی تھا جس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اہم کاموں میں مصروفیت ومشغولیت کے سبب یہ رسالہ (وصایا شریف) بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔ اصل عبارت یہ تھی: ''زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا''۔

یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔ اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کر کے یہ لکھ ڈالا:

''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا''۔

چوں کہ میری غفلت وبے توجہی اس میں شامل ہے، اس لیے مخالفین کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کیا، اپنی غفلت پر توبہ کرتا ہوں۔ وصایا شریف ص۲۴: میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھ لیں''۔ (برق خداوندی)

جب مرتب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور توبہ بھی کر لی تو اب کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔

میں اپنے دوستوں کو اور تمام اہل اسلام کو بھی دعوت فکر دیتا ہوں کہ اسلاف کرام اپنی خطا وغلطی مان کر توبہ کیا کرتے۔ تاویل بے جا کرنا بد مذہبوں کا شعار ہے اور بد مذہب کو توبہ کرنا بھی مشکل ہے۔ نہ جانے وہ کتنے عقائد ومسائل میں راہ حق سے دور ہوتے ہیں۔

اہل حق سے جو خطا صادر ہوتی ہے، وہ لاعلمی یا غفلت کے سبب صادر ہوتی ہے۔ اہل باطل ظہور خطا کے بعد بھی خطا پر اصرار کرتا ہے اور باطل کو اپنا عقیدہ ومسلک بنالیتا ہے، جیسا کہ شیطان نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ یہ بھی

غلطی تھی، پھر رب تعالیٰ نے سوال فرمایا تو ابلیس نے اپنی خطا پر اصرار کی اور اسے اپنا مسلک بنالیا۔صدیوں بعد بھی وہ توبہ کے لیے راضی نہ ہوا، کیوں کہ اس غلط بات یعنی انکار سجدہ کو اس نے اپنا نظریہ بنالیا تھا۔عبرت کے واسطے شیطان کا واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں شیطان نے حضرت نوح پیغمبر علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی توبہ کے لیے رب تعالیٰ سے دریافت کرنے کی گزارش کی۔

رب تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی کہ شیطان کی توبہ یہی ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کا سجدہ کرے۔شیطان نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا ہے۔دراصل توحید شیطانی میں تعظیم وتوقیر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل روا نہیں، گرچہ جہنم میں دائمی طور پر جلنا پڑے۔یہی نظریہ خوارج اور اس کی شاخ وہابیہ کا ہے۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ شبلی دمشقی حنفی (۷۱۲ھ-۷۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:

(قَالَ ابْنُ عُبَیْدٍ،حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زِیَادِ بْنِ الْحُصَیْنِ عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ قَالَ:لَمَّا رَسَّتِ السَّفِیْنَۃُ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ،اِذْ هُوَ بِاِبْلِیْسَ عَلٰی کَوْثَلِ السَّفِیْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ نُوْحٌ:وَیْلَکَ! قَدْ غَرَقَ اَهْلُ الْاَرْضِ مِنْ اَجْلِکَ،قَدْ اَهْلَکْتَهُمْ-قَالَ لَہٗ اِبْلِیْسُ:فَمَا اَصْنَعُ؟قَالَ لَہٗ: تَتُوْبُ؟

قَالَ:فَسَلْ رَبَّکَ عَزَّ وَجَلَّ-هَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ؟ فَدَعَا نُوْحٌ رَبَّہٗ،فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ اَنَّ تَوْبَتَہٗ اَنْ یَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ،فَقَالَ لَہٗ نُوْحٌ:قَدْ جُعِلَتْ لَکَ تَوْبَۃٌ-قَالَ:وَمَا هِیَ؟ قَالَ:اَنْ تَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ-قَالَ:تَرَکْتُہٗ حَیًّا وَاَسْجُدُ لَہٗ مَیْتًا)

(آکام المرجان فی احکام الجان:ص233-دارالفکر العربی بیروت)

ترجمہ:حضرت ابوالعالیہ نے بیان کیا کہ جب حضرت نوح علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

کی کشتی چل پڑی تو جبھی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشتی کی پتوار پر ابلیس کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ہلاکت ہو تیری، اہل زمین تمہاری وجہ سے ڈوب گئے۔تم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔شیطان نے ان سے کہا: میں کیا کروں؟

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم توبہ کرو گے؟

شیطان نے کہا: آپ اپنے رب تعالیٰ سے دریافت فرمالیں کہ کیا میرے لیے توبہ ہے؟

پس حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ عز وجل نے ان کو وحی فرمائی کہ عزازیل کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کا سجدہ کرے، پس حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابلیس سے فرمایا:

تیرے لیے توبہ بنادی گئی ہے۔شیطان نے کہا، وہ کیا ہے؟ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کا سجدہ کرنا ہے۔شیطان نے کہا: میں انہیں زندہ رہتے ہوئے ترک کر دیا اور میں انھیں بعد وفات سجدہ کروں؟

شیطان نے توبہ سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب میں نے زندگی میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ نہ کیا تو اب بعد وفات کیوں سجدہ کروں؟ مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہو گیا کہ شیطان نے جان بجھ کر کفر اختیار کیا۔جس حکم سجدہ کو وہ اپنے زعم باطل کے سبب غلط سمجھتا تھا، رب تعالیٰ کے بار بار فرمانے پر بھی وہ اسے تسلیم نہ کر سکا۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جان بجھ کر کفر وضلالت پر اصرار کے سبب رب تعالیٰ عز وجل کی جانب سے توفیق کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور مجرم کفر وضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے۔وہ اپنی حالت سے واقف ہوتا ہے اور وہ دوسروں کو بھی گمراہ بنانے کی کوشش میں مبتلا رہتا ہے۔توفیق الٰہی عظیم نعمت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صراط مستقیم پر استقامت کے واسطے دعا کرنے کی ترغیب فرمائی: (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ)

بلا ایمان اعمال صالحہ اور دخول جہنم

وہابیہ (عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: :تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً) (سورہ غاشیہ: آیت 3-4) کی تفسیر جدید ہیں۔ دین الٰہی میں حضرات انبیا و مرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین کی تعظیم وتوقیر شرائط عظمیٰ وفرائض کبریٰ میں سے ہے۔ دین خداوندی میں عبادت الٰہی کے ساتھ تعظیم مصطفوی وحب نبوی جزئے لاینفک کی طرح ہے۔ توحید شیطانی میں عبادت الٰہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ وہابیہ کو سوچنا چاہیے کہ عزازیل لعین مردود بارگاہ الٰہی کیوں ہوا؟

کرے مصطفیٰ ﷺ کی اہانتیں، کھلے بند اس پر یہ جرأتیں
کیا میں نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں، ارے ہاں نہیں

قدیم کتابوں کی اشاعت اور وہابیہ کی علمی خیانت

آج کل وہابیہ بہت سی قدیم کتابیں بیروت ودیگر مقامات سے شائع کر رہے ہیں۔ ان کتابوں کی عبارتوں میں تحریف کا سلسلہ جاری ہے۔ نسل جدید کو اپنا مطالعہ وسیع کرنا ہوگا، بلکہ بہتر تو یہی ہے کہ کوئی ادارہ چند باصلاحیت علمائے کرام کو محض اس خدمت پر مامور کرے کہ وہابیہ کی مطبوعہ کتب میں جہاں تحریف ہو، ان عبارتوں کی نشان دہی کر کے ان کا مجموعہ شائع کیا جائے، نیز قابل اعتماد مطابع کی فہرست اور فہرست کتب بھی شائع کی جائے، ورنہ فریب کاری ودغابازی بڑھتی جائے گی اور نسل نو تردد میں مبتلا ہو جائے گی۔

ہندو پاک کے وہابیہ نے بھی علمائے اہل سنت کی کتابوں میں خیانتیں کی ہیں۔ وہابی مطبع سے شائع ہونے والی سنی علما کی کتابیں نہ خریدی جائیں۔ کنز الایمان، خزائن العرفان، بہار شریعت، قانون شریعت وغیرہ کتابیں صرف اہل سنت کے مطبع سے چھپی ہوئی خریدیں۔

وصایا شریف میں بھی وہابی کاتب نے تحریف کر دی تھی۔ جب اس کی وہابیت ظاہر ہوگئی تو اسے نکال دیا گیا۔ دیوبندیوں کی ایک علمی خیانت مندرجہ ذیل ہے:

رام پور کا ایک دیوبندی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں سنی بن کر آیا۔ آپ نے اس کو بعض مسائل لکھوادیئے اور بعض مسائل کی نقل کے لیے فتاویٰ رضویہ کی جلد ہشتم اسے دی گئی۔ اس میں ایک مسئلہ یہ تھا:

''شریعت میں ثواب پہنچانا ہے، دوسرے دن ہو، یا تیسرے دن۔ باقی یہ تعیین عرفی ہے۔ جب چاہیں، کریں۔ انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

اس رامپوری دیوبندی نے ''جہالت ہے'' کے بعد بین السطور میں ''وبدعت'' بڑھا دیا۔ قلمی فتاویٰ میں غیر کے قلم کا لکھا ہوا یہ لفظ سطر سے اوپر آج تک موجود ہے، پھر یہی تحریف شدہ عبارت ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں نقل کی گئی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس سازش کا سلسلہ کہاں تک پہنچا۔ جس وقت فتاویٰ رشیدیہ میں یہ فتویٰ نقل ہوا، اس وقت فتاویٰ رضویہ کی جلد ہشتم چھپی نہیں تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسی رام پوری دیوبندی نے اس فتویٰ کو گنگوہی تک پہنچایا، پھر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا وہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ میں نقل کیا گیا۔

کتابوں کا اختراع اور علما کی طرف جھوٹی نسبت

عبارتوں میں تحریف ایک بڑا جرم ہے، لیکن دیوبندیوں نے اس سے بھی بڑا جرم کر دکھایا۔ دیابنہ نے علمائے اہل سنت وجماعت کے نام پر بہت سی کتابیں گڑھ لیں اور اپنی کتابوں میں اس کے فرضی حوالے نقل کیے۔ اس کی فرضی عبارتیں نقل کیں۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اشرف علی تھانوی کے نام ایک مراسلہ بنام ''ابحاث اخیرہ'' روانہ کیا تھا، اس میں درج ذیل اختراعی کتب کا تذکرہ فرمایا ہے:

(1) ہدایۃ البریہ: مفتی نقی علی خاں۔ مطبع لاہور

(2) تحفۃ المقلدین: حضرت مفتی نقی علی خاں۔ مطبع صبح صادق سیتاپور

(3) ہدایۃ الاسلام: حضرت مولانا رضا علی خاں۔ مطبع صبح صادق سیتاپور

(4) خزینۃ الاولیاء: اعلیٰ حضرت سیدنا حمزہ قدس سرہ۔مطبع لکھنو

(5) ملفوظات: اعلیٰ حضرت سیدنا حمزہ قدس سرہ۔مطبع کان پور

(6) مرأۃ الحقیقۃ: حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔مطبع مصطفائی (مصر)

اختراع کتب جرم ہی نہیں، بلکہ انتہائی ذلیل حرکت و مذہب دیابنہ کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی بے توجہی کے سبب وصایا شریف میں ایک غلط لفظ شائع ہو گیا تو مرتب نے توبہ بھی کر لی اور اپنی خطا بھی تسلیم کر لی۔ اب کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔اگر اسی طرح دیابنہ بھی اپنے اکابر کی کفریہ عبارات سے توبہ کر لیں اور قائلین اور اس کے مؤیدین کو حسب حکم شرع مرتد مان لیں تو ہم بھی ان توبہ کنندگان پر اعتراض نہیں کریں گے۔اپنے اکابر سے متعلق دیوبندیوں کی غراب خیالی درج ذیل ہے۔

دیوبندیوں کی اکابر پرستی اور غلو و دوغلی پالیسی

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی کی موت پر منظوم مرثیہ لکھا۔اس میں گنگوہی کے حق میں ایسی عجیب و غریب باتیں بیان کی گئی ہیں جو صریح کذب، حقیقت کے منافی اور خلاف اسلام ہیں۔مرثیہ گنگوہی کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(1) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا ہے، لیکن گنگوہی کا ایک درجہ بڑھا کر چیلنج کیا جا رہا ہے کہ گنگوہی نے مردوں کو بھی زندہ کیا اور زندوں کو مرنے بھی نہیں دیا۔اس تقابل پر کفر کا حکم نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ تقابل کے ذریعہ غیر نبی کو نبی سے افضل قرار دیا جا رہا ہے۔دیابنہ عقائد اسلامیہ کی روشنی میں وضاحت پیش کریں؟

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے

شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گرٹھانی

(2) دیوبندیوں کے شیخ الہند نے رشید احمد گنگوہی کو بیک وقت صدیق اور فاروق دونوں بنادیا، یعنی افضل الصحابہ کے مماثل بناڈالا۔اس پر دیوبندیوں کا کیا جواب ہے؟

شرک و بدعت سے کیا صاف رہ سنت کو

پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

(3) ناسخ ادیان ہونا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اور ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ماقبل کے تمام آسمانی مذاہب کے ناسخ ہیں، پس گنگوہی و نانوتوی کو ناسخ ادیان کہنے والا در حقیقت ان کو خواص رسالت سے متصف ماننے والا قرار پایا۔

دیوبندیو! جواب دو۔حقیقت یہ ہے کہ تلبیس ابلیس پر گنگوہی و نانوتوی نے ایک دین جدید کی بنیاد ڈالی۔اسی شیطانی مذہب کی ایجاد کے سبب دونوں ناسخ ادیاں ہو سکتے ہیں۔

پھرے تھے کعبہ میں پوچھتے گنگوہ کا رستہ

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(4) فرقہ دیوبندیہ کعبہ مقدسہ پہنچ کر بھی گنگوہ کی تلاش کرتے ہیں اور جب حشر میں اٹھیں گے تو بھی دیابنہ رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی کو تلاش کریں گے۔یہ لوگ اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے غافل ہیں اور اکابر پرستی میں مبتلا ہیں۔

(5) دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے قصیدہ مدحیہ: ص 7 پر لکھا:

قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید وقاسم

بوسہ دیں لب کو میرے مالک و رضواں دونوں

(6) شیخ الاسلام نمبر (ص 44) میں ٹانڈوی کو مقام مصطفوی تک پہنچا دیا گیا۔

جلال عشق مصاف خودی جہاد و ستیز

حسین مابمقام محمدی محکم

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ حسین احمد ٹانڈوی عشق کے جلال، خودی کی جنگ وجہاد میں مقام مصطفوی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔ دیوبندیوں نے حسین احمد ٹانڈوی کو مقام نبوی تک پہنچادیا۔ اسی ٹانڈوی کو دیوبندیوں نے زمین پر چلتا پھرتا خدا بنا ڈالا۔

(7) شیخ الاسلام نمبر میں ہے: ''تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العلمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں آ کر رہے گا؟ تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمہاری خدمتیں کرے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے، نہ کبھی ہوگا تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے۔ سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں، سچ ہے، مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت ومجاز کا فرق ہے تو پھر خدارا بتاؤ کہ جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف اس بندے کو دیکھا ہے، وہ کیوں نہ کہیں کہ ہم نے خود اللہ بزرگ وبرتر کا جلوہ اپنی اس سرزمین پر دیکھا ہے''۔ (شیخ الاسلام نمبر: ص 59)

(8) حسین احمد ٹانڈوی کو سجدہ بھی کیا گیا، جیسا کہ درج ذیل شعر میں بیان کیا گیا۔

وَخَضَعُوْا لَهٗ اَعْنَاقَهُمْ وَجِبَاهَهُمْ

تَـابُوْا وَلِلْاَذْقَانِ خَرُّوْا سُجَّدًا

(شیخ الاسلام نمبر: ص 139)

ترجمہ: ان لوگوں نے ٹانڈوی کے روبرو اپنی گردنیں اور پیشانیاں جھکا دیں۔

وہ لوگ تائب ہوئے اور منہ کے بل سجدہ میں گر پڑے۔

(9) شیخ دیابنہ محمود الحسن دیوبندی نے مرثیہ گنگوہی میں رشید احمد گنگوہی کو مربی خلائق

بناڈالا۔مربی خلائق ''رب العلمین'' کا ہم معنی ہے۔فرقہ دیوبندیہ تقیہ بازی اور غلو میں روافض کی طرح ہے۔یہ لوگ اہل سنت و جماعت پر غلو کا جھوٹا الزام عائد کرتے ہیں۔

خدا ان کا مربی ،وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

رئیس القلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری (۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء) کی مشہور روزگار تصنیف ''زلزلہ'' میں یہ تقابل پیش کیا گیا ہے کہ دیابنہ اپنے بزرگوں کے حق میں بڑی فراخ دلی دکھلاتے ہیں اور جب خدا اور رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بات آتی ہے تو تنگ دل ہو جاتے ہیں۔اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی تعظیم وتوقیر اور ان سے توسل کا انکار کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے حق میں سب کچھ جائز سمجھتے ہیں۔یہ دورنگی ہے۔

تلبیس دوازدہم

نماز جنازہ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ افروزی

حضرت علامہ برکات احمد قادری امام العلما حضرت مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد اور حضرت مولانا سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید تھے۔ان کی نماز جنازہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے پڑھائی۔المفلوظ میں ہے:

''جب ان کا انتقال ہوا،اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا۔مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔الحمدللہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا

اور یہ وہی برکات احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھیں کہ محبت پیرومرشد کے سبب انہیں حاصل ہوئیں''۔(الملفوظ: حصہ دوم:ص25)

دیوبندیوں کا اعتراض ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے پیر بھائی کی قبر میں روضہ انور کی خوشبو ہے۔دوسرا اعتراض ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔

اعتراض اول کا جواب تو اسی ملفوظ میں ہے کہ یہ رتبہ انہیں اپنے شیخ طریقت کی محبت کے سبب ملا،یعنی اپنے پیرومرشد سے سچی محبت کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ کے لیے تشریف لائے اور یہ خوشبو خود حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشبو تھی۔ایسا نہیں کہ حضرت مولانا برکات احمد قدس سرہ العزیز کی قبر میں روضہ انور کی خوشبو کی طرح کوئی مستقل خوشبو تھی، بلکہ آقا نے اپنے غلام کی عزت افزائی فرمائی۔

اعتراض دوم کا جواب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں تو ضروری نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں اور اگر اقتدا میں بھی نماز ادا فرمائیں تو امام کو کیا خبر کہ ہماری اقتدا میں حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔مذکورہ بالا واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خبر امام احمد رضا قادری کو مولوی سید امیر احمد مرحوم کے خواب سے ہوئی اور نماز جنازہ کے بعد قبر میں اترنے پر امام احمد رضا قادری کو محض ایک ظاہری علامت یعنی روضہ مبارکہ کی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔انہیں یہ خبر بھی نہیں تھی کہ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں،نیز یہ کہ نبی کا غیر نبی کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک سفر میں حضور اقدس رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ

الصلوٰۃ والسلام قرب قیامت تشریف لائیں گے تو حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم فرمائیں گے اور خود ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

فرقہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ اگر بذریعہ کشف معلوم ہو جائے کہ فلاں جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے یا نہیں؟

اگر ادا نہ کی جائے تو فرض کفایہ ترک ہوتا ہے اور اگر ادا کی جائے تو جماعت کے ساتھ یا بلا جماعت؟ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی صورت میں بلا جماعت نماز جنازہ کی ادائیگی کا ثبوت فقہ کی کتابوں میں موجود ہے یا نہیں؟

اگر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے تو یہ امام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی امام ہوگا یا مقتدی ہوگا؟ یہ بھی بتایا جائے کہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کی نماز جنازہ تنہا ادا کرتے ہیں، یا اسی جماعت کے ساتھ؟ یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ملائکہ مقربین و دیگر حضار روحانیہ کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتے ہوں۔

امام اہل سنت کا قول ''الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا''۔اس بات پر شکر الٰہی بجالانا ہے کہ ایک مقبول بارگاہ رسالت کے جنازے کی امامت کا شرف مجھے ملا۔ یہ مطلب نہیں کہ میں نے حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی اور اس پر فخریہ طور پر ایسا کہا ہو، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا من کل الوجوہ غلاموں کے لیے سرمایہ افتخار ہے۔مقبولان بارگاہ کی نماز جنازہ شرکائے نماز کے لیے سبب مغفرت ہے۔ یہ شکر بجالانا اسی نعمت الٰہی پر ہے اور حضرت مولانا برکات احمد علیہ الرحمۃ والرضوان کی قبولیت کی دلیل حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری و جلوہ افروزی ہے۔

جنازہ میں شرکت اور خداوندی مغفرت

(1)(عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ان

اول كرامة المؤمن على الله عزوجل اَنْ يَغْفِرَ لِمُشَيِّعِيْهِ)

(شعب الایمان للبیہقی: جلداول:ص451)

ترجمہ:حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومن کی پہلی عزت افزائی یہ ہے کہ اس کے جنازہ میں چلنے والوں کی بخشش فرمادے۔

(2)(عن ابن عباس قال:سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اول ما يُتْحَفُ به المومن فى قبره–قال:يُغْفَرُ لِمَنْ تَبِعَ جَنَازَتَهٗ)

(شعب الایمان للبیہقی: جلداول:ص452)

ترجمہ:حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مومن کو اس کی قبر میں پہلاتحفہ کیا دیا جاتا ہے۔حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اس کے جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی بخشش فرمادی جاتی ہے۔

(3)(عن الزهرى قال:يبلغ من كرامة المومن على الله عزوجل ان يغفرلمن حضرجنازته)(شعب الایمان للبیہقی: جلداول:ص453)

ترجمہ:امام شہاب الدین زہری نے بیان کیا: دربار الٰہی میں مومن کی عزت اس درجہ پہنچ جاتی ہے کہ اس کے جنازہ میں حاضر ہونے والے کی بخشش فرمادی جاتی ہے۔

(4)(عن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:اول تحفة المؤمن اَنْ يُغْفَرَلِمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ)

(نوادرالاصول فی احادیث الرسول،از:حکیم ترمذی ج اص284)

ترجمہ:حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:مومن کو پہلاتحفہ یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے کی بخشش فرمادی جاتی ہے۔

(5)(عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال:ان اول ما یجازی به العبد بعد موته ان یغفر لجمیع من اتبع جنازته (مسندالبزار: جلد دوم:ص 167- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حضوراقدس نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ بندہ کواس کی موت کے بعد پہلا اجر یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی بخشش فرمادی جاتی ہے۔

مرقومہ بالا احادیث طیبہ سے واضح ہوگیا کہ مومن صالح کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والا رب تعالیٰ عزوجل کی جانب سے مغفرت کا مستحق قرار پاتا ہے اورامام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اسی نعمت پرشکرالٰہی بجالایا کہ انہوں نے ایک مقبول بارگاہ خداورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نماز جنازہ پڑھائی،لہٰذاوہ قابل مغفرت قرار پائے۔

دیوبندیوں کی اونچی اڑان

اب ذرا دیابنہ کی اڑان دیکھیں اورحضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں بےادبانہ رویہ ملاحظہ کریں،تاکہ ان کے کرتوت سے ان کے باطنی احوال اورافکاروخیالات کی سرخیاں معلوم ہوسکیں،نیز الزام لگانے والے خود کتنے بڑے مجرم ہیں۔

(1)عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا:’’شیخ سعیدتکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماہیں اورمجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے۔ان کے جنازہ کی شرکت کے لیے تشریف لائے ہیں‘‘۔(تذکرۃ الخلیل:ص 304)

دیوبندیو!اب بتاؤ!جس نے انبیٹھوی کی نماز جنازہ پڑھائی،وہ تمہارے اعتراض کے مطابق حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امام ہوایانہیں؟یہ قصہ ویسا ہی ہے جیسا الملفوظ کا واقعہ ہے۔فرق یہ ہے کہ تمہاراقصہ من گڑھت ہے۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کومنافقین کی نماز جنازہ سے رب تعالیٰ نے منع فرمادیا تھا،جیسا کہ قرآن مجید میں

ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مرتد کے جنازہ میں کیوں کر شریک ہوں گے۔

دیابنہ اور تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے مُلاّ ؤں کی جھوٹی اور من گھڑھت کرامتیں بیان کر کے امت مسلمہ کو گمرہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مسلمانو! ان کی جھوٹی کرامتوں سے متأثر ہو کر اپنا دین وایمان تباہ نہ کرو۔ یہ لوگ اس طرح کرامتوں کا بیان کرتے ہیں، جیسے ان کے تمام مُلاّ ؤں کو ولایت مل چکی ہو۔ جب ان لوگوں کا ایمان ہی سلامت نہیں تو ولایت وکرامت کہاں سے؟ ہاں، استدراج ممکن ہے، کیوں کہ کفار سے استدراج صادر ہوتا ہے۔

(2) (شیخ الاسلام نمبر (ص 164) میں ہے: ''حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے۔ مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا''۔

مسلمانو! ان بدنصیبوں کو دیکھو! شیخ الانبیا خلیل کبریا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما ہیں، لیکن ان پر دیوبندیوں نے ٹانڈوی کو ترجیح دی۔ ٹانڈوی کی اقتدا خود بھی کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مقتدی بنا ڈالا۔ ایسا نہیں کہ خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹانڈوی کو امام بنایا، بلکہ باضابطہ اس کے لیے خلیل کبریا حضرت ابراہیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی۔ گویا یہ اعزاز از خود شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا نہیں فرمایا، بلکہ عرض وگزارش کے ذریعہ یہ موقع حاصل کیا گیا۔

اس موقع پر ایک مومن کا دل اسی بات کی تمنا کرے گا کہ خلیل کبریا حضرت ابراہیم

علیہ التحیۃ والثنا کی اقتدا کا شرف مل جائے، مگر دیوبندیوں نے باضابطہ گزارش کر کے ایک اولو العزم رسول، شیخ الانبیا و خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کی بجائے حسین احمد ٹانڈوی کی اقتدا کو ترجیح دی، حالاں کہ ٹانڈوی کی اقتدا کبھی بھی میسر آ سکتی تھی، لیکن خلیل کبریا شیخ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کا یہ سنہرا موقع دیوبندیوں نے کھو دیا۔

دیوبندیو! تمہاری عبارت میں تصریح ہے: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی''۔ الملفوظ میں کہیں نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام احمد رضا قادری کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی، بلکہ جنازہ و تدفین کے بعد مولوی سید امیر احمد صاحب کے ذریعہ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا واقعہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک مقبول بارگاہ کی نماز جنازہ پڑھانے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ آپ اور تمام مصلیوں کو ایک مقبول بارگاہ کی نماز جنازہ کا شرف حاصل ہوا، اور امام و مقتدی سب لوگ حدیث شریف کی صراحت کے موافق مغفرت الٰہی و بخشش خداوندی کے مستحق قرار پائے: فالحمد للہ علیٰ ذلک حمدا وافرا۔

تلبیس سیزدہم

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات برزخیہ

الملفوظ میں حضرت علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی مصری (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) کا ایک قول منقول ہے۔ دیابنہ اسے توہین قرار دیتے ہیں، حالاں کہ وہ عبارت کسی اعتبار سے توہین پر مشتمل نہیں، بلکہ بیان احوال پر مشتمل ہے، پس ناقل و منقول عنہ پر کوئی اعتراض نہیں اور وہ قول بوجہ ضرورت منقول ہوا، یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حیات برزخیہ کی توضیح و تفہیم کے واسطے یہ بات

پیش کی گئی ہے۔اگر بالفرض یہ تنقیص شان ہے تو علامہ زرقانی مالکی پر کیا حکم عائد ہوگا؟

عرض: انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے، پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ان کی ازواج کو نکاح حرام، نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔وہ اپنی قبور میں کھاتے، پیتے، نماز پڑھتے ہیں، بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ان کو حج کرتے ہوئے، لبیک پکارتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اولیا، علما، شہدا کی حیات برزخیہ اگر چہ حیات دنیویہ سے افضل واعلیٰ ہے، مگر اس پر احکام دنیویہ جاری نہیں۔ان کا ترکہ تقسیم ہوگا۔ان کی ازواج عدت کریں گی"۔(الملفوظ: حصہ سوم: ص30)

امام زرقانی مالکی (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ) نے رقم فرمایا: (**نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک: انه علیه السلام حی فی قبره علی الحقیقة، لا المجاز- یصلی فیه باذان واقامة- قال ابن عقیل: ویضاجع ازواجه ویستمتع بهن اکمل من الدنیا- وحلف علیٰ ذلک- وهو ظاهر ولا مانع منه**)

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: جلد ششم: ص169)

ترجمہ: امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے اپنے طبقات (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ) میں محدث ابن فورک شافعی (م۴۰۶ھ) سے نقل فرمایا کہ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حقیقی طور پر باحیات ہیں، نہ کہ مجازی طور پر۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

فقیہ ابن عقیل حنبلی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ) نے بیان کیا کہ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اور دنیا سے زیادہ کامل طور پر ان سے نفع پاتے ہیں اور فقیہ ابن عقیل حنبلی نے اس امر کو حلفیہ بیان کیا اور یہ بات ظاہر ہے۔کوئی امر اس سے مانع نہیں ہے۔

وہابیہ ودیابنہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی مر کر مٹی میں مل گئے، جیسا کہ بھارت میں وہابیہ کے امام اول اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا۔اب وہ لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات برزخیہ مثل حیات دنیاویہ کا قول دیکھ کر بوکھلا گئے، حالاں کہ الملفوظ میں شرح الزرقانی کا حوالہ بھی مرقوم ہے۔چوں کہ اس قول سے وہابیہ اور دیابنہ کے نظریہ کا بطلان ہورہا ہے، اس لیے وہابیہ ودیابنہ اس قول کے خلاف محاذ آرائی پر اتر آئے۔

تلبیس چہاردہم

نزول سے نزول رحمت خداوندی مراد

حضرت علامہ آسی غازی پوری (۱۸۳۴ء-۱۹۱۷ء) کے ایک شعر پر دیابنہ کا قدیم اعتراض ہے اور یہ لوگ اس شعر میں تحریف لفظی بھی کرتے ہیں۔وہ شعر درج ذیل ہے:

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر

اتر پڑا ہے زمیں پر محمد مصطفیٰ ہو کر

مصرع اول میں تحریف کر کے کہا جاتا ہے: ع/ وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اس لفظی تحریف کے سبب شعر کا معنی بدل جاتا ہے اور شرعی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو عرش اعظم پر مستوی تھا، بعینہ وہی زمین پر جلوہ افروز ہو گیا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ زمان ومکان سے پاک ہے۔ذات الٰہی نہ عرش پر ہے، نہ مدینہ منورہ میں۔

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ عرش اعظم پر جلوۂ الٰہی ہے اور حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے جلوۂ اکبر ہیں، پس عرش اعظم پر جو ہے، وہ بھی ذات الٰہی نہیں، بلکہ جلوۂ الٰہی ہے اور مدینہ طیبہ میں بھی ذات الٰہی نہیں، بلکہ جلوۂ الٰہی ہے۔اللہ تعالیٰ اترنے چڑھنے سے پاک ہے۔ایسے مقام پر ذات الٰہی کا چڑھنا اترنا مراد نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق ومناسب معنی مراد ہوتا ہے، مثلاً رحمت الٰہی کا نزول وغیرہ۔

مذکورہ شعر میں نزول سے جلوۂ خداوندی کا نزول مراد ہے، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفات الٰہیہ کے مظہر کامل بن کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، خود ذات باری تعالیٰ نزول وصعود اور مخلوقات کی صفات اور ممکنات کے حالات سے پاک ومنزہ ہے۔جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں نزول وصعود ودیگر صفات مخلوقات کا بیان ہے۔متاخرین علما کے یہاں شان الٰہی کے مطابق اس کی تاویل ہوگی اور متقدمین علما سکوت فرماتے ہیں۔

احادیث مقدسہ میں بھی نزول کا ذکر ہے۔احادیث طیبہ اور شرح درج ذیل ہے:

(1)(عن نافع بن جبیر عن ابیہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:ینزل اللّٰہ عزوجل فی کل لیلۃ الی السماء الدنیا فیقول:ھل من سائل فاعطیہ-ھل من مستغفر فاغفرلہ حتّٰی یطلع الفجر)

(مسند احمد بن حنبل: جلد چہارم:ص 81)

ترجمہ:حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، پس ارشاد فرماتا ہے: کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اسے عطا کروں۔کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں۔

(2)(عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:ینزل اللّٰہ تبارک وتعالٰی الٰی سماء الدنیا-فیقول: ھل من سائل فاعطیہ-ھل من مستغفر فاغفرلہ) (مسند البزار: جلد ہشتم:ص 361)

(السنن الکبریٰ للنسائی: جلد نہم:ص 181)

ترجمہ: حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، پس ارشاد فرماتا ہے: کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اسے عطا کروں۔ کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں۔

(3)(عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا-فان اللّٰہ ینزل فیھا لغروب الشمس الٰی سماء الدنیا فیقول: الا من مستغفر لی فاغفر لہ-الا مسترزق فارزقہ-الا مبتلی فاعافیہ-الا کذا،الا کذا-حتی یطلع الفجر) (سنن ابن ماجہ: ص100)

ترجمہ: حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس کی رات کو نوافل پڑھو، اور اس کے دن کا روزہ رکھو، کیوں کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ غروب شمس کے وقت آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، پس ارشاد فرماتا ہے: کیا کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں۔ کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں۔ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اسے عافیت دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے، کیا کوئی ایسا ہے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔

(4)(عن عائشۃ قالت: فقدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ فخرجت فاذا ھو بالبقیع فقال: اَ کُنْتِ تخافین ان یحیف اللّٰہ علیک ورسولہ؟قلت: یا رسول اللّٰہ!انی ظننت انک اتیت بعض نسائک-فقال: ان اللّٰہ عز وجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الٰی سماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب) (جامع الترمذی جلد اول: باب لیلۃ النصف من شعبان)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا: ایک رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پائی، پس میں نکلی تو حضور اقدس حبیب کبریا صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت البقیع میں تھے، پس حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تجھ پر ظلم کا سلوک کریں گے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے خیال گزرا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، پس بنوکلب کی بکریوں کے بال کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔

محررہ بالا احادیث مقدسہ میں نزول الٰہی سے رحمت خداوندی کا نزول مراد ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا نزول حقیقی۔ رحمت الٰہی کے نزول کو نزول خداوندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عربی معافری (م ۵۴۳ھ) نے رقم فرمایا: **(اعلم ان معنی النزول فی اللغة والقرآن والسنة ینطلق علٰی تسعة معان)**

(المسالک فی شرح مؤطا مالک: جلد سوم: ص 447-دار الغرب الاسلامی)

ترجمہ: لغت اور قرآن وحدیث میں نو معانی پر نزول کے معنی کا اطلاق ہوتا ہے۔

قاضی ابوبکر معافری نے لفظ نزول کے نو معانی کو بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

(وھذہ الوجوہ من القرآن واللغة علٰی ان الباری تعالٰی لا یجوز علیه النقل ولا الحرکة-وان نزوله بخلاف مخلوقاته-انما نزوله نزول رحمة واحسان-او یکون کما قال بعض العلماء الصوفیة:ان نزوله ثلث اللیل انما ھو نزول من حال الغضب الٰی حالة الرحمة-والا اذا اضفت النزول الی السکینة لم یکن-واذا اضفته الی الکلام لم یکن ایضًا تفریغ مکان ولا شغل مکان-وانما اراد به اقباله علی اھل الارض بالرحمة والاستعطاف بالتوبة والانابة-ھذا تفسیرہ عند علمائنا من اھل الکلام)

(المسالک فی شرح مؤطا مالک: جلد سوم: ص 449-دار الغرب الاسلامی)

ترجمہ: قرآن ولغت کے یہ معانی اس پر (دلالت کرتے) ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نقل وحرکت جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کا نزول اس کی مخلوقات کے نزول کے برخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نزول رحمت واحسان کا نزول ہے، یا وہ ہوگا جیسا کہ بعض علمائے صوفیا نے بیان کیا کہ تہائی رات کو اللہ تعالیٰ کا نزول حالت غضب سے حالت رحمت کی طرف نزول ہے، ورنہ جب تم نزول کو سکون کی طرف منسوب کرو، اور جب تم نزول کو کلام کی طرف منسوب کرو تو بھی کسی جگہ کا خالی ہونا اور کسی جگہ کا بھرنا نہیں ہوگا اور نزول سے صرف اللہ تعالیٰ کا اہل زمین کی طرف رحمت کے ساتھ اور توبہ ورجوع کی قبولیت کے ذریعہ مہربانی کے ساتھ متوجہ ہونا ہے۔ ہمارے علمائے متکلمین کے نزدیک یہ اس حدیث کی تفسیر ہے۔

مخلوق مثلاً انسان کا چھت سے زمین پر نزول ہو تو چھت خالی ہوجائے گی اور زمین کا وہ حصہ بھر جائے گا جہاں انسان نازل ہوا، لیکن سکون وطمانیت کا نزول یا کلام کا نزول ہو تو اس سے نہ کوئی جگہ خالی ہوگی، نہ ہی کوئی جگہ بھرے گی۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کے آسمان دنیا کی طرف نزول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی طرف رحمت ومہربانی کے ساتھ خاص توجہ فرمائے۔ بندوں کی توبہ کو قبول فرمائے۔ ان کے گناہوں کی بخشش فرمائے۔ ان پر رحمت فرمائے۔ نزول الٰہی سے مخلوقات کی طرح نزول مراد نہیں ہے۔

مخلوق کا نزول حقیقی یہ ہے کہ مخلوق ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف اترے اور پہلی جگہ خالی ہوجائے اور دوسری جگہ بھر جائے۔ نزول الٰہی کا یہ معنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے نزول وصعود سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور مخلوقات الٰہی کی صفات میں فرق ہے۔

حضرت علامہ آسی غازی پوری قدس سرہ العزیز کے شعر میں نزول خداوندی سے جلوۂ خداوندی کا نزول مراد ہے۔ الغرض نزول کے متعدد معانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق جو معنی ہو، وہی معنی مراد لیا جائے گا۔ جو معنی غلط ہو، وہ مراد نہیں لیا جا سکتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

سوشل میڈیا پر وہابیہ اور دیابنہ کی فتنہ پردازیاں

چند سالوں سے وہابیہ اور دیابنہ سوشل میڈیا پر اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات کے خلاف طوفان بدتمیزی بر پا کیے ہوئے ہیں۔ان کے بے بنیاد الزامات وبے جا اعتراضات مسلسل جاری ہیں۔ہم ان نوجوان علمائے اہل سنت وجماعت کے بے حد شکر گزار ہیں جو ان حواس باختہ معترضین کو دنداں شکن اور منہ توڑ جواب دے کر ان کی زبان بندی کرتے ہیں۔

جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ (آمین)

چند دہائیاں قبل تک دیابنہ اور وہابیہ اپنے کفریات وضلالات کی تاویلات باطلہ کرتے تھے۔اب وہ اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات اور افکار ونظریات پر سوال اٹھاتے ہیں۔انہیں یہ موقع نہ دیا جائے، بلکہ ان کے عقائد باطلہ اور ان کے کفر وضلالت کو واضح کیا جائے،تا کہ امت مسلمہ ایسے بدعقیدوں سے دور ہو جائیں اور بد مذہبیت میں مبتلا نہ ہو سکیں۔انہیں اعتراض کا موقع نہ دیں،ورنہ وہ ملت اسلامیہ کو غلط راہ پر ڈال دیں گے۔

رب تعالیٰ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:(وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ)(سورہ بقرہ: آیت 179) یعنی قاتل کو قتل کرنا معاشرہ کی سلامتی کا ضامن ہے۔اسی طرح کافر کو کافر بتانا اور اس کے کفریات کا اظہار اور اس کی تقبیح ضروری ہے،تا کہ امت مسلمہ اس طرح کے جرائم سے محفوظ رہ سکے اور ایسے مجرموں سے دور ہو جائے۔

حضور اقدس شفیع محشر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:(اَتَرْعَوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ،مَتٰى يَعْرِفُهُ النَّاسُ–اُذْكُرُوْا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ يَحْذَرُهُ النَّاسُ)

(کنز العمال: جلد سوم:ص1072-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے تم پرہیز کرتے ہو۔لوگ اسے کب پہچانیں گے۔فاجر میں جو برائی ہے،اسے بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔

علامہ جلال الدین دوانی شافعی (م۹۲۸ھ) نے رقم فرمایا:

(قَدْ صَرَّحَ الْفُقَهَاءُ بِاَنَّهُ يَسْتَحِبُّ الْكِتْمَانُ فِی الْمَعَاصِی دُوْنَ الْكُفْرِ)

(حاشیۃ الدوانی علی العقائد العضدیہ:ص 107)

ترجمہ: فقہا نے صراحت فرمائی ہے کہ گناہوں کو چھپانا مستحب ہے،نہ کہ کفر کو۔

آج کے عہد میں مختلف اسباب ووجوہات کی بنیاد پر لوگ وہابیہ،دیابنہ ودیگر گمراہ فرقوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتے نظر آتے ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چند سالوں بعد اہل سنت کا تشخص وامتیاز محض ایک کتابی نظریہ ہو جائے گا اور سنی وغیر سنی اختلاط کی ایک نئی شکل نمودار ہو جائے گی جو جدت پسند طبقہ کے لیے راحت کا سامان ہوگا اور اہل سنت وجماعت کا معاشرہ اسلامی افکار ونظریات سے متصادم ایک ماڈرن سوسائٹی کی صورت میں نظر آئے گا۔کافر کلامی کو کافر نہ کہنا اور اسے گلے سے لگانا یقیناً دین جدید تشکیل دینا ہے۔

بعض البیلے مفکرین کے نئے نویلے تخیلات کے سبب ہمیں یہ روز بد دیکھنا پڑا کہ علمائے اہل سنت وجماعت وہابیہ اور دیابنہ کے رد وابطال سے غافل ہو گئے۔اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ وہابیہ اور دیابنہ ہم پر سوالات اٹھانے لگے ہیں اور ہم جواب دیتے ہیں اور ان بد مذہب فرقوں کے کفریات وضلالات پس پردہ چلے گئے ہیں،کیوں کہ ہم تو ان کے جواب میں مشغول ہیں،پھر ان بدمذہبوں کے کفریات وضلالات سے پردہ کون اٹھائے۔

اگر دعوتی مصلحت کے سبب بعض دعوتی جماعتیں رد وابطال نہیں کرتی ہیں تو علمائے کرام کو اپنا فرض منصبی ادا کرنا چاہئے،نہ کہ سب لوگ منہ پر تالا لگا کر بیٹھ جائیں۔منہ کھولیں اور بولیں۔

اعمال واخلاق کے ساتھ عقائد ومسائل کی اصلاح بھی ضروری ہے۔علمائے حق دین ومذہب کے ذمہ دار ہیں۔وہ دین وملت کی حفاظت وصیانت کے لیے کوشش وکاوش کریں۔

اصحاب علم وفضل نے اپنی ہمتیں پست کرلی ہیں اور ضروری امور سے آنکھیں بند کرلی ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفٰی سامان اوست (صلی اللہ علیہ وسلم)

لوگ دنیاوی امور میں باشعور ہوتے ہیں، لیکن دینی امور میں لوگوں نے اپنی عقلوں پر از خود حجاب ڈال لیا ہے۔کیا اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین نہیں ؟ کیا عزت وکرامت ، دولت وحکومت اور دونوں جہاں کی تمام نعمتیں وبرکتیں اور خیرات وحسنات رب تعالیٰ کی جانب سے نہیں؟ کیا حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حبیب کبریا نہیں؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے ادبوں کی طرف مائل ہونے میں رب تعالیٰ کی ناراضگی نہیں؟

کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ہوں اور تم وہاں حاضر رہو، پھر کوئی کہے کہ تمہارے اس پیغمبر کا علم ویسا ہے جیسے چوپایوں کا علم، جیسے پاگلوں کا علم، جیسے حیوانات کا علم ہے تو کیا تم اٹھ کر اسے گلے لگاؤ گے، یا دھتکار کر بھگا دو گے؟ کیا ابن ابی منافق نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گدھے کی بے ادبی کی تو یہ سن کر صحابہ کرام بے قابو نہ ہوئے تھے؟ کیا لکڑیوں، گھوسوں، جوتوں سے مار پیٹ نہ ہوئی تھی ؟ کیا یہ صحابہ کرام ہمارے اور تمہارے اسلاف نہیں؟ پھر ہم حضرات صحابہ کرام کے طریق کار پر کیوں عمل نہ کریں؟

دیکھو! اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں کیا مرقوم ہے!!!

(1)(عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:لَوْ اَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ،فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ حِمَارًا -فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَه-وَهِیَ اَرْضٌ سَبِخَةٌ-فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ-قَالَ:اِلَیْکَ عَنِّیْ،وَاللّٰهِ،لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتَنُ حِمَارِکَ- فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْهُمْ:وَاللّٰهِ،لَحِمَارُرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْکَ،فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ، فَشَتَمَ،فَغَضِبَ لِکُلٍّ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَصْحُابُهُ-فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِيْدِ وَالْاَيْدِىِ وَالنِّعَالِ)

(صحیح بخاری: جلداول:ص 371)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: حضور قدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی منافق کے پاس تشریف لے چلتے (تو شاید وہ راہ صحیح کی جانب آتا)، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی جانب چلے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے جانے لگے، اور وہ کیچڑ والی زمین تھی، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے دور رہیں۔قسم بخدا! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گدھے کی بد بو نے مجھے اذیت میں مبتلا کر دیا، پس انہیں میں سے جماعت انصار کے ایک شخص نے کہا: قسم بخدا! حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گدھا ضرور تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، پس عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص اس (کی توہین) کی وجہ سے غضبناک ہو گیا تو دونوں نے آپس میں سخت کلامی کی، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کے احباب غضبناک ہو گئے، پھر دونوں جماعت کے درمیان کھجور کی ڈالیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہوگئی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گدھے کی بے ادبی برداشت نہ ہوسکی۔آج کے لوگ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی بھی برداشت کرنے کو تیار ہیں۔چوں کہ ایسے غلط افکار ونظریات کے سبب دیگر مسلمانوں کے متأثر ہونے کا خطرہ ہے، اس لیے لوگوں ایسے امور سے باز رکھنا ضروری ہے۔

(2) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی آل واولاد میں سب سے افضل ہیں۔انہوں نے صلح

حدیبیہ کے موقع پرعروہ بن مسعود ثقفی کی ایک بات کا اتنا سخت جواب دیا کہ وہ جواب ان کے عشق مصطفوی اورمحبت ووارفتگی کا اہم ثبوت ہے۔آج کے خودساختہ ارباب تہذیب توشاید سن کر بے ہوش ہوجائیں گے۔عروہ بن مسعود ثقفی نے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے ہوئے کہا:

(فَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَرٰی وُجُوْھًا وَاِنِّیْ لَاَرٰی اَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِیْقًا اَنْ یَفِرُّوْا وَیَدَعُوْکَ–فَقَالَ لَہ اَبُوْ بکر :اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ،اَ نَحْنُ نَفِرُّعَنْہُ وَنَدَعُہُ–فَقَالَ:مَنْ ذَا–قَالُوْا:اَبُوْ بَکْرٍ–فَقَالَ:اَ مَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہ،لَوْلَا یَدٌ کَانَتْ لَکَ عِنْدِیْ،لَمْ اَجْزِکَ بِھَا،لَاَجَبْتُکَ)(صحیح البخاری: جلداول:ص378)

ترجمہ: بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں،اور بے شک میں ایسے نوجوانوں کا گروہ دیکھ رہا ہوں، جواس لائق ہیں کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں گے،اور آپ کو چھوڑ دیں گے، پس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:تم لات کی شرمگاہ چوسو،کیا ہم لوگ ان سے بھاگ جائیں گے،اورانہیں چھوڑ دیں گے؟ پس عروہ نے دریافت کیا۔یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: ابوبکر،تو عروہ نے کہا۔قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا کہ جس کا بدلہ میں تجھے نہ دے سکا تو ضرور میں تجھے جواب دیتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول''امصص بظر اللات''زجروتوبیخ کا کلمہ ہے، جسے اہل عرب کسی کی مذمت کے وقت بولتے ہیں۔عروہ بن مسعود ثقفی کا جملہ''فانی لاریٰ وجوہا-الخ''سن کر یارغار غضبناک ہوئے،اورایسا لفظ زبان صدیقی سے نکلا۔

عہد حاضر کے مسلمانوں کو دیکھوتو یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے والوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔گستاخوں اور بے ادبوں سے خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے ہیں۔کیا تمہارا یہ اخلاق وطریق کار،صدیقی کردار کے مغایرومتخالف نہیں؟ ایسے

بدنصیب لوگوں نے خودکو بھی گمرہی میں ڈالا،اوراپنے متبعین کو بھی گمرہی میں مبتلا کر دیا۔کیا ایسے نادان خودکوافضل البشر بعدالانبیا صدیق اکبر سے بھی زیادہ مہذب سمجھتے ہیں۔

اے مسلمانان عالم!علمائے اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کائنات انسانی میں حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہیں۔کتاب اللہ گواہی دے کہ صدیق بعدانبیاومرسلین سب سے بڑے متقی۔قرآن مقدس میں ہے:(ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم)

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہے کہ صدیق اکبر نے کہا:(امصص بظر اللات) عروہ بن مسعود ثقفی نے محض اتنا کہا تھا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احباب عین موقع پرآپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ،اس قول کا مقصد بظاہر اتنا کہ عروہ بن مسعود ثقفی ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوایسا جملہ کہہ رہے تھے،جس سے آپ کوغم وافسوس لاحق ہونے کا خطرہ تھا۔یہ صریح لفظوں میں توہین وبےادبی نہیں ہے،لیکن صدیق اکبرکواتنا بھی برداشت نہ ہوا۔

اے مسلمانو!اگرتمہارے رسول حاضر ہوں،تم وہاں موجودرہو۔کوئی کہے تمہارے اس رسول کے علم سے زیادہ شیطان کاعلم ہے۔تمہارے پیغمبرکوشیطان کے برابر بھی علم نہیں تو کیاتم یہ سن کرقائل کو گلے لگاؤ گے؟ کیاافضل البشر بعدالانبیا صدیق اکبررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضوراقدس افضل الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں جوکچھ عروہ کوکہا تھا،وہ تمہارے مطابق خلاف تہذیب تھا؟ خلاف اخلاقیات تھا؟ خلاف اسلام تھا؟

کیاحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پرناراضگی ظاہرفرمائی؟ کیاصحابہ نے صدیق اکبر پرتنقید کی تھی؟ عہدحاضر کے فاضلو! کیا یہ سب ہمارے اسلاف کرام نہیں؟ کیا قرآن وحدیث میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداواتباع کاحکم نہیں آیا؟

(3) دوآدمیوں (ان میں سے ایک یہودی اور ایک منافق تھا، یا ایک مومن اور ایک منافق تھا۔الدرالمنثور تفسیر آیت تحکیم) کا واقعہ مشہور ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے کے سبب منافق کو قتل فرمادیا تھا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ نبوی تسلیم نہ کر کے فاروق اعظم سے فیصلہ کے مطالبہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی شمار فرمایا۔قتل منافق کے بعد آیت قرآنیہ بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی۔

دیکھو! بے ادبوں پر نہ صدیق اکبر کچھ نرمی کو تیار، نہ فاروق اعظم، نہ دیگر صحابہ کرام۔

رب تعالیٰ نے بھی تائید فاروقی میں منقوشہ ذیل آیت قرآنی نازل فرمائی۔

(فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) (سورہ نسا: آیت 65)

ترجمہ: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔(کنزالایمان)

(الف) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:(اخرج **ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طریق ابن لهیعة عن ابی الاسود قال:اختصم رجلان الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقضی بینھما،فقال الذی قضی علیہ:ردنا الی عمر بن الخطاب،فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:نعم،انطلقا الیٰ عمر فلما اتیا عمر،قال الرجل:یا ابن الخطاب! قضی لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ ھذا فقال:ردنا الیٰ عمر فردنا الیک.فقال:اَکذلک؟قال:نعم-فقال عمر:مکانکما حتی اخرج الیکما**

فاقضی بینکما-فخرج الیهما مشتملًا علیٰ سیفه فضرب الذی قال:ردنا الی عمر فقتله وادبرالاخر فارًّا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم.

فقال:یا رسول اللّٰہ! قتل عمر واللّٰہ صاحبی ولو لا انی اعجزته لقتلنی-فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:ما کنت اظن ان یجترئ عمر علیٰ قتل مومنین؟فانزل اللّٰہ"فلاوربک لا یؤمنون"الأیة-فهدر دم ذلک الرجل وبرأ عمر من قتله-فکره اللّٰہ ان یسن ذلک بعد فقال:"ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم "النساء-٦٦الیٰ قوله"واشد تثبیتا")

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی: جلددوم:ص585-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:حضرت ابوالاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا:دوشخص اپنا اختلافی معاملہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے،پس حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا فیصلہ فرمادیا تو جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا،اس نے کہا:ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیں،پس حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں،تم دونوں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ،پس جب دونوں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو اس آدمی نے کہا:اے ابن خطاب!حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے برخلاف میرے حق میں فیصلہ فرمایا تو اس شخص نے کہا:ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا:کیا معاملہ ایسا ہے؟اس شخص نے کہا:ہاں۔

پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:تم دونوں اپنی جگہ پر رہو،یہاں تک کہ میں تم دونوں کے پاس آؤں اورتم دونوں کا فیصلہ کردوں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار لے کران دونوں کے پاس آئے،پس اسے تلوار ماری جس نے کہا

:ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیں، پس اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم بخدا! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا اور اگر میں ان کو عاجز و بے قابو نہیں کرتا تو ضرور وہ مجھے قتل کر دیتے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ مومنین کے قتل کی جراءت کریں، پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: (**فلا وربک لا یؤمنون :الآیــــہ**) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے خون کو بے قصاص قرار دیا، پس اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا کہ بعد میں یہ طریقہ رائج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ) تا (وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق نبوی نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نامنظور کرے اور اس کے بعد نازل ہونے والی آیت قرآنیہ نے بھی واضح فرما دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نامنظور کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقتول کا خون بے قصاص قرار دیا۔ آج کل لوگ گستاخان رسول سے دوستی کرتے پھرتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، حالاں کہ ایسے لوگ حسن سلوک کے مستحق نہیں۔ ایسے بد باطن لوگوں سے دور رہنے کا حکم ہے، ورنہ ایسوں کی صحبت تمہارے ایمان کو برباد کر دے گی۔

(ب) ابن کثیر دمشقی شافعی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: (**قال الحافظ ابو اسحاق ابراهيم بن عبد الرحمٰن بن ابراهيم بن دحيم فی تفسيره: حدثنا شعيب بن شعيب حدثنا ابو المغيرة حدثنا عتبة بن ضمرة حدثنی ابی ان**

رجلين اختصما الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقضى للمحق على المبطل.

فقال المقضى عليه: لا ارضى، فقال صاحبه: فما تريد؟ قال: ان نذهب الى ابى بكر الصديق فذهبا اليه– فقال الذى قضى له: قد اختصمنا الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقضى لى، فقال ابوبكر: انتما علٰى ما قضى به رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فابى صاحبه ان يرضى فقال: نأتى عمر بن الخطاب: فقال المقضى له: قد اختصمنا الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقضى لى عليه، فابى ان يرضى، فسأله عمر بن الخطاب، فقال: كذلک، فدخل عمر منزله وخرج والسيف فى يده قد سله فضرب به رأس الذى ابى ان يرضى فقتله، فانزل: (فلا وربک لا يؤمنون: الأية)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ دو شخص اپنا اختلافی معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناحق کے خلاف حقدار کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔

پس جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا، اس نے کہا: میں راضی نہیں ہوں تو اس کے ساتھی نے کہا: پس تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہم لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلیں، پس وہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا، اس نے کہا: ہم دونوں اپنا اختلافی معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پس حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اسی فیصلہ پر ہو جو فیصلہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

پس اس کے ساتھی نے راضی ہونے سے انکار کر دیا اور اس نے کہا: ہم لوگ حضرت

عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلیں، پس جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا، اس نے کہا: ہم دونوں اپنا اختلافی معاملہ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا تو یہ راضی ہونے سے انکار کر دیا، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ معاملہ ایسا ہی ہے۔

پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ میں تلوار لہراتے ہوئے نکلے، پس اس سے اس کے سر پر مارے جو راضی ہونے سے انکار کیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: (فلا وربک لا یؤمنون: الآیہ)

(تفسیر ابن کثیر: جلد اول: ص645: دار الفکر بیروت)

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی: جلد دوم: ص585- دار الفکر بیروت)

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم</u>

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1) البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (بارہ رسائل)

(2) مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟ (خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)

(3) ضروریات دین: تعریفات واقسام (ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4) فرقہ وہابیہ: اقسام واحکام (مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5) تحقیقات وتنقیدات (لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6) اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند (اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7) معبودان کفار اور شرعی احکام (معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام: تین حصے)

(8) مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات (اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9) تاویلات اقوال کلامیہ (کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10) معروضات وتأثرات (رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' پر معروضات: شش حصص)

(11) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول)

(12) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم)

(13) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر سوم)

(14) روشن مستقبل کے سنہرے خاکے (دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15) تصاویر حیوانات: اقسام واحکام (کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16) عرفانی نظریات کے حساس مقامات (عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17) ہندودھرم اور پیغمبر واوتار (مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18) ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر (بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19) تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت (دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20) حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ! (تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21) تقدیس الوکیل اور علامہ بابصیل (تنقیص نبوی کفر ہے یا زندیقیت؟)

(22) گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں و دیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25) کفر کلامی اور عدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26) جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں و دیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)

(27) حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)

(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطّوں کے جوابات)

(29) علامہ عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31) کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32) سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث)

(33) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)

(34) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)

(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف (انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)

(38) قطعیات اربعہ اور ظنیات (قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)

(39) کفر کلامی اور کفر فقہی (کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ و اہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)
(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)
(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)
(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)
(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)
(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)
(47) دیوبند و سراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)
(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)
(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)
(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)
(51) کفر لزومی اور فقہا و متکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)
(52) رام بھکتی اور متصوفین و وہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)
(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی و بدمذہبوں کے مذہبی و قومی شعار کا بیان)
(54) کفار و مرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار و مرتدین کے احکام)
(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)
(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)
(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)
(58) نصیر الدین و مذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)
(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)
(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)
(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62) قرآن وحدیث اورضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)

(63) عقل سلیم اورضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)

(64) علم عقائد وکلام: تعلیم اورضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66) تاویل قریب اورتاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67) ضروریات اہل سنت اوراجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

(68) تقلید حقیقی اورتقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اورغیر مقلدین کا رد)

(69) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)

(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(76) احادیث وآثار اورمجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)

(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)

(78) کشف والہام اورتقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)

(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)

(80) تعلیم دین اوراطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اورشرعی احکام کا بیان)

(81) مذاہب اربعہ اورمرجوح اقوال (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)

(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)

(83) تلخیص رسائل رضویہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)

(84) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)

(85) قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)

(86) اجماعی مسائل اور مجتہدین اسلام (اجماعی مسائل سے اختلاف ناجائز ہونے کا ذکر)

(87) دفع الاعتراضات حول المزارات (مزارات سے متعلق وہابیوں کے نظریہ کا ابطال)

(88) الطاری الداری اور علامہ عبد الباری (شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث)

(89) المفلوظ پر اعتراضات کا محاسبہ (المفلوظ پر دیابنہ کے سوالوں کے جواب)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4) مدارس اسلامیہ: نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)

(5) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(6) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(7) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(8) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(9) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(10) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(11) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(12) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(13) عشق نبوی کے آداب و وسائل (عشق نبوی کے آداب و اسباب کا بیان)
(14) سراج ملت: حیات و خدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)
(15) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی و سیاسی تاریخ)
(16) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)
(17) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)
(18) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)
(19) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)
(20) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)
(21) شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ (حضرت شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ کے احوال)
(22) اسلامی کلمے اور مسنون دعائیں (اسلامی کلمے، دعائیں ونمازوں کی نیتیں)
(23) جسم اقدس کا انتقال مکانی (روضہ مقدسہ سے جسم نبوی کو منتقل کرنے کی سازش)
(24) مفتی اعظم ہند: حیات وخدمات (حضور مفتی اعظم ہند کے مختصر حالات)
(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی
(توپسیا:کلکتہ)